آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کی حیات وارشادات

خاندان

آپ مشہد کے ایک مذہبی گھرانے میں ۲۹ فروردین ماہ ۱۳۱۸ش/۲۸ صفر ۱۳۵۸ھ/۱۹اپریل ۱۹۳۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ سید محمد حسینی تفرشی اپنا سلسلہ نسب افطسی سادات تک پہنچاتے ہیں۔ آپ کا شجرہ سلطان العلماء المعروف سلطان سید احمد تک پہنچتا ہے جو پانچ واسطوں سے امام سجاد علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ آپ کے دادا سید حسین خامنہ ای (۱۲۵۹ - ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۵ق) خامنہ میں پیدا ہوئے اور نجف میں سید حسین کوہ کمری، فاضل ایروانی، فاضل شربیانی، میرزا باقر شکی اور میرزا محمد حسن شیرازی جیسے عظیم اساتذہ سے علم حاصل کیا اور حوزہ علمیہ نجف میں دینی علوم کے مدارج طے کرنے کے بعد اس حوزہ کے مدرسین اور فقہاء میں شامل ہوئے۔ وہ ۱۳۱۶ھ ق میں تبریز آئے[۱] اور مدرسۂ طالبیہ کے استاد اور اس شہر کی جامع مسجد کے امام جماعت بنے[۲]۔ سید حسین اعلیٰ سیاسی و اجتماعی افکار کے حامل اور آئینی تحریک کے طرفدار علماء میں سے تھے اور ہمیشہ لوگوں کو آئینی تحریک کی حمایت و پاسداری کرنے کی ترغیب دلاتے تھے[۳]۔ ریاض المسائل، قوانین الاصول، مکاسب شیخ انصاری، فوائد الاصول اور شرح لمعہ جیسی کتابوں پر ان کے حاشیہ سمیت ان کی بعض کتابیں حسینیہ شوشتری نجف کے کتابخانہ کو وقف کر دی گئیں[۴]۔ آئینی تحریک کے دور کے مجاہد عالم دین شیخ محمد خیابانی ان کے شاگرد اور داماد تھے[۵]۔ آیت اللہ سید علی خامنہ ای کے چچا سید محمد

---

۱. آقا بزرگ، طبقات اعلام الشیعہ، ج ۲، ص ۶۴۰۔
۲. گلشن ابرار، ج۲، ۱۷۹۔
۳. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۲۵۔
۴. طبقات اعلام الشیعہ، ج ۲، ص ۶۴۰۔
۵. کسروی، احمد، قیام شیخ محمد خیابانی، ص ۹۲۔

خامنہ ای (۱۲۹۳ق، نجف - شعبان ۱۳۵۳، نجف) جو پیغمبر کے نام سے مشہور تھے[۱]، آخوند خراسانی، شریعت اصفہانی اور نجف کے دیگر بزرگ علماء کے شاگرد تھے۔ اور زمانے کے مسائل سے آگاہ شخص اور آئینی تحریک کے حامی افراد میں شمار ہوتے تھے[۲]۔

آیت اللہ خامنہ ای کے والد سید جواد خامنہ ای، (۱۶ آذر ۱۲۷۴ - تیر ۱۳۶۵) اپنے زمانے کے ان علماء اور مجتہدین میں سے تھے جو نجف میں پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی اپنے گھر والوں کے ساتھ تبریز آ گئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تقریبا۱۳۳۶ ہجری میں مشہد ہجرت کی[۳] اور فقہ واصول میں آقا حسین قمی، میرزا محمد آقازادۂ خراسانی (کفائی)، میرزا مہدی اصفہانی اور حاج فاضل خراسانی اور فلسفہ میں آقا بزرگ حکیم شہیدی اور شیخ اسد اللہ یزدی جیسے علماء کے دستر خوان علم سے خوشہ چینی کی[۴]۔ اس کے بعد ۱۳۴۵ق میں نجف چلے گئے اور میرزا محمد حسین نائینی، سید ابوالحسن اصفہانی اور آقا ضیاء الدین عراقی کے دروس سے کسب فیض کیا اور ان تینوں شخصیات سے اجازۂ اجتہاد حاصل کیا[۵] اور مشہد واپس آ گئے اور اسی شہر میں سکونت اختیار کی اور تدریس کے ساتھ ساتھ، مسجد صدیقی ہای بازار مشہد (مسجد آذربائیجانی ہا) میں امامت کا منصب بھی سنبھالا[۶]۔ اسی طرح وہ مسجد جامع گوہر شاد کے ائمہ جماعت میں بھی شامل تھے[۷]۔ انہیں مطالعہ میں بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ حاج میرزا حسین عبائی، حاج سید علی اکبر خوئی، حاج میرزا حبیب اللہ ملکی وغیرہ سمیت اپنے ساتھیوں اور ہم جماعتوں کے ساتھ ان کے روزانہ کے علمی مباحثے دسیوں سال جاری رہے۔ وہ اسی طرح ایک پرہیزگار اور دنیوی امور سے لاتعلق شخص تھے اور انہوں نے ایک زاہدانہ زندگی بسر کی[۸]۔ اسلامی

---

۱. بہبودی، ہدایت اللہ، شرح اسم، ص۱۲۔
۲. طبقات اعلام الشیعہ، ج ۶، مقدمہ، ص ۱۳۔
۳. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۲۵۔
۴. شریف رازی، محمد، گنجینۂ دانشمندان، ج ۷، ص۷ ۱۲-۱۲۹؛ زنگنہ قاسم آبادی، ابراہیم، مشاہیر مدفون در حرم رضوی، ج ۱، ص۱۳۲۔
۵. گنجینۂ دانشمندان، ج ۷، ص۱۲۷؛ آرکائیو مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۲۵۔
۶. شرح اسم، ص ۱۵۔
۷. مشاہیر مدفون در حرم رضوی، ج۱، ص۷۷۔
۸. گلشن ابرار، ج۲، ۹۷۱۔

انقلاب کی کامیابی کے بعد اس کے باوجود کہ ان کے بیٹے اعلی سیاسی و انتظامی عہدوں تک پہنچے، انہوں نے بدستور زاہدانہ زندگی بسر کی۔ انسانی کمالات کے حامل ہونے کی بنا پر وہ ہمیشہ لوگوں کے لیے قابل اعتماد تھے۔ ۱۴ تیر ۱۳۶۵ کو انتقال ہوا اور امام رضا علیہ السلام کی ضریح کے قریب ایک شبستان (رواق) میں انہیں سپرد خاک کیا گیا[۱]۔ امام خمینی(رہ) نے آیت اللہ خامنہ ای کے والد کے انتقال کی مناسبت سے ان کے نام اپنے تعزیتی پیغام میں، آیت اللہ سید جواد خامنہ ای کو ایک متقی اور فرض شناس عالم قرار دیا[۲]۔

آیت اللہ خامنہ ای کی والدہ بانو میر دامادی (۱۲۹۳-۱۳۶۸ ش) ایک زاہدہ اور دیندار خاتون، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والی اور قرآنی آیات، احادیث، تاریخ اور ادبیات سے واقف و آشنا تھیں۔ وہ پہلوی حکومت کے خلاف جدوجہد کے دوران اپنے بیٹوں خاص طور پر آیت اللہ خامنہ ای کے ہم قدم رہیں[۳]۔ آیت اللہ خامنہ ای کے نانا آیت اللہ سید ہاشم نجف آبادی (میر دامادی)۔ صفوی دور کے مشہور فلسفی میر داماد کے خاندان سے تھے۔ (۱۳۰۳-۱۳۸۰ق)۔ آپ آخوند خراسانی اور میرزا محمد حسین نائینی کے شاگرد، مفسر قرآن اور مسجد گوہر شاد کے ائمہ جماعت میں سے تھے[۴]، اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر خاص توجہ دیتے تھے اور رضا شاہ کے دور میں مسجد گوہر شاد میں عوام کے قتل عام پر اعتراض اور احتجاج کے بعد انہیں سمنان جلاوطن کر دیا گیا[۵]۔ آیت اللہ خامنہ ای کا نسب والدہ کی جانب سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند محمد دیباج تک پہنچتا ہے[۶]۔

علمی و ثقافتی شخصیت

حصول علم اور تدریس: سید علی خامنہ ای نے حصول علم کا آغاز چار سال کی عمر میں مکتب خانہ سے اور قرآن کریم کی تعلیم سے کیا۔ پرائمری اسکول کی تعلیم مشہد کے پہلے اسلامی مدرسے دار التعلیم دیانتی میں حاصل

۱. مشاہیر مدفون در حرم رضوی، ج۱، ص۷۷۔
۲. صحیفہ نور، ج ۲۰، ص۱۷۔
۳. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۲۶۔
۴. طبقات اعلام الشیعہ، ج ۲، ص۵۵۹۔
۵. تاریخ علماء، ص ۳۰۸؛ قاسمپور، داود، دہۂ سرنوشت ساز، ص ۶۰۔
۶. مشاہیر مدفون در حرم رضویہ، ج۱، ص۴۵۸۔

کی[1]۔ انہی دنوں قرآن کی قرائت اور تجوید کی تعلیم مشہد کے بعض قاریوں سے حاصل کرنا شروع کی[2]۔ پانچویں کلاس میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ابتدائی دینی تعلیم حاصل کرنا بھی شروع کر دی۔ دینی تعلیم کی جانب ان کی بے پناہ رغبت اور والدین کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے پرائمری تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسہ سلیمان خان میں داخلہ لے لیا۔ انہوں نے بعض ابتدائی دینی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ اس کے بعد وہ مدرسہ نواب چلے گئے اور دورۂ سطح وہاں پر مکمل کیا۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کے دوران انہوں نے میٹرک تک تعلیم کو جاری رکھا[3]۔

انہوں نے کتاب معالم الاصول آیت اللہ سید جلیل حسینی سیستانی اور شرح لمعہ اپنے والد اور میرزا احمد مدرس یزدی سے پڑھیں۔ کتاب رسائل، مکاسب اور کفایہ بھی اپنے والد اور آیت اللہ حاج شیخ ہاشم قزوینی سے پڑھیں۔ ۱۳۳۴ش میں آیت اللہ سید محمد ہادی میلانی کے درس خارج فقہ میں حاضر ہوئے۔ آپ ۱۳۳۶ش میں اپنے گھر والوں کے ساتھ نجف گئے اور آیت اللہ سید محسن حکیم، سید ابوالقاسم خوئی، سید محمود شاہرودی، میرزا باقر زنجانی اور میرزا حسن بجنوردی جیسے حوزہ علمیہ نجف کے نامور اساتذہ کے دروس میں شامل ہوئے لیکن ان کے والد نے اس شہر میں نہ رہنے کا فیصلہ کیا اور وہ مشہد واپس لوٹ آئے[4] اور مزید ایک سال آیت اللہ میلانی کے درس میں شرکت کی۔ اس کے بعد ۱۳۳۷ش میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں حوزہ علمیہ قم چلے گئے[5]۔ اسی سال اور قم روانہ ہونے سے قبل، آیت اللہ محمد ہادی میلانی نے انہیں اجازۂ روایت دے دی تھی[6]۔

سید علی خامنہ ای نے قم میں آیت اللہ حاج آقا حسین بروجردی، امام خمینی، حاج شیخ مرتضی حائری یزدی، سید محمد محقق میر داماد اور علامہ طباطبائی جیسے عظیم علماء سے علم حاصل کیا[7]۔ قم میں قیام کے دوران

---

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۲۵۔
۲. شرح اسم، ص ۴۹۔
۳. مرکز اسناد، ۱۲۲۶۔
۴. ایضاً، ۱۲۲۶۔
۵. شرح اسم، ص ۷۸۔
۶. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۳۲۔
۷. ایضاً، شمارہ ۱۲۲۷۔

انہوں نے اپنا بیشتر وقت تحقیق، مطالعہ اور تدریس میں گزارا۔ آیت اللہ خامنہ ای ۱۳۴۳ ش. میں اپنے والد کی آنکھوں کے عارضہ کی بناپر اور ان کی مدد کرنے کے لیے قم سے مشہد واپس چلے گئے اور ایک بار پھر آیت اللہ میلانی کے درس میں شرکت کی اور یہ سلسلہ ۱۳۴۹ ش. تک جاری رہا۔ انہوں نے مشہد میں آتے ہی فقہ واصول کے اعلیٰ سطح کے درس (رسائل، مکاسب اور کفایہ) کی تدریس اور سب لوگوں کے لیے تفسیر کے درس شروع کیے۔ ان درسوں میں نوجوانوں خاص طور پر طالب علموں کی ایک بڑی تعداد شرکت کرتی تھی[1]۔ وہ اپنے تفسیر کے دروس میں قرآنی آیات کی رو سے اسلام کی اہم ترین فکری بنیادوں اور اسلامی نظریات کو بیان کرتے تھے اور جدوجہد کی سوچ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ طاغوتی حکومت کے خاتمے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے دروس میں شرکت کرنے والے اس ضروری اور فطری نتیجے پر پہنچتے تھے کہ ملک میں اسلام اور دینی تعلیمات کی بنیاد پر ایک حکومت قائم ہونی چاہیے۔ تفسیر کے دروس سے ان کا اصلی مقصد معاشرے کو اسلامی انقلاب کی بنیادی تعلیمات منتقل کرنا تھا۔ انہوں نے ۱۳۴۷ ش. سے دینی طلبا کے لیے بھی تفسیر کے تخصصی دروس شروع کر دیے جو ۱۳۵۶ ش. میں ان کی گرفتاری اور ایرانشہر جلاوطنی تک جاری رہے[2]۔ ان کے تفسیر کے دروس دورۂ صدارت کے برسوں میں اور اس کے بعد بھی جاری رہے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے ۱۳۶۹ ش. سے فقہ کا درس خارج بھی شروع کیا اور اب تک جہاد، قصاص اور مکاسب محرمہ کی تدریس کر چکے ہیں اور یہ دروس اب بھی جاری ہیں۔

آیت اللہ خامنہ ای ادبیات سے بھی شغف رکھتے ہیں اور ادبی سبک واسلوب سے آشنا ہیں اور ان کی نثر خاص اسلوب کی حامل ہے۔ انہیں بچپن سے لے کر اب تک ناولوں اور کہانیوں سے دلچسپی رہی ہے اور انہوں نے دنیا کے معتبر ناولوں اور کہانیوں کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ دلچسپی انہیں مشرق اور مغرب کی اقوام کی ثقافت اور تاریخ نیز دنیا کے عظیم مصنفین کی ادبی تخلیقات اور ناولوں کے مطالعہ تک لے گئی۔ وہ شعر وادب کی کتابوں کا تنقیدی جائزہ بھی لیتے ہیں۔ آیت اللہ خامنہ ای اپنے زمانے کے بہت سے شاعروں، ادیبوں، مصنفین اور روشن خیال افراد سے رابطہ میں تھے۔ جن دنوں وہ مشہد میں تھے بعض ایسی ادبی انجمنوں میں

---

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۲۸۔

۲. خامنہ ای، جم۔

شرکت کرتے تھے جو عظیم شعراء کی شرکت سے تشکیل پاتی تھیں[۱]۔ وہ ادبی انجمنوں میں شعروں کا تنقیدی جائزہ لیتے تھے۔ انہوں نے خود بھی شعر کہے ہیں اور حالیہ برسوں کے دوران اپنے لیے «امین» کا تخلص چنا ہے۔ معتبر تاریخی کتب کا مطالعہ ان کے مطالعہ کے مستقل پروگرام کا ایک حصہ ہے، یہاں تک کہ انہیں معاصر تاریخ کی بحثوں اور موضوعات پر عبور حاصل ہے[۲]۔

تصنیفات: آیت اللہ خامنہ ای نے تحقیق و تالیف کا کام زمانہ طالب علمی سے ہی شروع کر دیا تھا اور وہ اپنے اساتذہ کے دروس لکھا کرتے تھے[۳]۔ اس کے علاوہ انہوں نے کئی کتابوں کے ترجمے بھی کیے۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل انہوں نے جو کتابیں تالیف کیں وہ درج ذیل ہیں: ۱۔ چھار کتاب اصلی علم رجال، ۲۔ طرح کلی اندیشہ اسلامی در قرآن، ۳۔ پیشوای صادق، ۴۔ از ژرفای نماز، ۵۔ صبر، ۶۔ روح توحید نفی عبودیت غیر خدا، ۷۔ گزارشی از سابقۂ تاریخی و اوضاع کنونی حوزۂ علمیۂ قم۔

اسی دور میں انہوں نے ان کتابوں کو اپنی تحقیقات میں شامل کر کے، ترجمہ اور انہیں شائع کیا: ۱۔ آیندہ در قلمرو اسلام، تصنیف سید قطب؛ ۲۔ صلح امام حسن: پر شکوہ ترین نرمش قہرمانانہ تاریخ، تصنیف شیخ راضی آل یاسین؛ ۳۔ تفسیر فی ظلال القرآن، نوشتۂ سید قطب؛ ۴۔ مسلمانان در نہضت آزادی ہندوستان، تصنیف عبدالمنعم النمر؛ ۵۔ ادعانامہ علیہ تمدن غرب۔

ان کے علاوہ آیت اللہ خامنہ ای کے بہت سے آراء و نظریات کہ جو تقریر، تحریر، پیغام، گفتگو، خطبات اور انٹرویوز کی شکل میں ہیں، کتاب اور سافٹ ویئر کی شکل میں مختلف عناوین کے تحت اور موضوعاتی صورت میں شائع ہو چکے ہیں اور ان میں سے بعض کا مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اسی طرح ان کے افکار و نظریات کے بارے میں مختلف مقالات، رسالے اور کتابیں بھی تالیف اور تدوین ہو چکی ہیں؛ اس کے علاوہ ان کی قیادت و رہبری کے دور میں ان کے بیانات اور مکتوبات کا ایک حصہ حدیث ولایت کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

---

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۲۷۔
۲. تداوم انقلاب، ص ۲۱۔
۳. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۲۸۔

سیاسی و سماجی زندگی

آیت اللہ خامنہ ای کے خاندان کی سیاسی و مذہبی سرگرمیوں کے ماضی نے ان میں سیاسی و مذہبی جدوجہد کے لیے تربیتی راستہ ہموار کر دیا تھا۔ سیاسی سرگرمیوں میں شامل ہونے کا ان کا نقطۂ آغاز مشہد میں سید مجتبیٰ نواب صفوی (میرلوحی) سے ان کی ملاقات تھی کہ خود ان کے بیان کے مطابق اس ملاقات نے ان میں پہلی انقلابی چنگاری پیدا کی[۱]۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی پہلی ملاقات ۱۳۳۶ ش. میں ہوئی لیکن امام خمینی کا سیاسی چہرہ پہلی بار صوبائی انجمنوں کے بل کے دوران ان کے سامنے آیا[۲]۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل

آیت اللہ خامنہ ای ۱۳۴۱ ش. میں امام خمینی کی قیادت میں اسلامی تحریک کے آغاز کے ساتھ ہی طاغوت کے خلاف جدوجہد کے مختلف میدانوں میں داخل ہو گئے۔ وہ ان اولین افراد میں سے تھے جنہوں نے ۱۵خرداد ۱۳۴۲ ش. کے قیام سے قبل انقلابی سرگرمیاں شروع کر دی تھیں[۳]۔ بہمن ۱۳۴۱ میں صوبائی انجمنوں کے بل کے بارے میں ریفرنڈم کے بعد آیت اللہ خامنہ ای اور ان کے بھائی سید محمد کو، اس ریفرنڈم پر مشہد کے عوام کے رد عمل کے بارے میں آیت اللہ محمد ہادی میلانی کی رپورٹ ایک خط کی شکل میں امام خمینی تک پہنچانے کی ذمہ داری سونپی گئی[۴]۔ ۱۳۴۲ ش. میں محرم الحرام سے قبل امام خمینی نے انہیں ذمہ داری سونپی کہ وہ آیت اللہ میلانی، مشہد کی مذہبی انجمنوں اور علمائے کرام کو پہلوی حکومت کے پروپیگنڈے کے بارے میں عوام کو آگاہ کرنے اور تحریک کو جاری رکھنے کے سلسلے میں پیغامات پہنچائیں[۵]۔ امام خمینی نے ان پیغامات میں جدوجہد کے خدوخال واضح کیے اور علمائے کرام سے اپیل کی تھی کہ وہ پہلوی حکومت کے مظالم و جرائم کو بیان کرنے کے مقصد سے مدرسۂ فیضیہ کے واقعہ کا ذکر سات محرم سے منبروں سے بیان کریں[۶]۔

---

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۱۳۲۶۔
۲. ایضاً، شمارہ ۱۳۲۸۔
۳. ایضاً، شمارہ ۱۱۹۔
۴. جلالی، غلامرضا، مشہد در بامداد نہضت اسلامی، ص ۱۴۸۔
۵. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۲۹، ۱۲۳۱۔
۶. باقری، علی، خاطرات ۱۵ خرداد قم، ص ۱۲-۱۳۔

آیت اللہ خامنہ ای بھی اس مقصد کو پورا کرنے اور امام خمینی کی حکمت عملی پر درآمد کے لیے بیرجند گئے جو خاندان علم کے زیر اثر تھا اور اس شہر کے منبروں پر اور مجالس میں مدرسۂ فیضیہ کے واقعہ اور اسلامی معاشروں پر اسرائیل کے تسلط کے بارے میں تقریریں کیں[۱]۔ ان تقریروں کے بعد انہیں ۱۲ خرداد ۱۳۴۲ ش/ ۷ محرم ۱۳۸۳ ھ کو گرفتار کرکے مشہد کے جیل میں ڈال دیا گیا[۲]۔ ان کی رہائی کے بعد آیت اللہ میلانی نے ان سے ملاقات کی[۳]۔ آیت اللہ خامنہ ای نے اس کے بعد امام خمینی کی غیر موجودگی میں جو اس وقت قید میں اسلامی تحریک کو جاری رکھنے کی غرض سے آیت اللہ میلانی کے گھر پر ہونے والے اجلاس میں شرکت کرکے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو جاری رکھا[۴]۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد وہ قم واپس چلے گئے اور انہوں نے بعض مجاہد علماء کی مدد اور تعاون سے مشاورتی اجلاس منعقد کرکے سیاسی سرگرمیوں کو ایک بار پھر منظم کیا اور تبلیغ کا کام انجام دیا[۵]۔ وہ ان علماء میں شامل تھے جنہوں نے ۱۱ دی ۱۳۴۲ ش/۱۹۶۳ء کو آیت اللہ سید محمود طالقانی، مہدی بازرگان اور ید اللہ سحابی کے نام ٹیلی گرام ارسال کیا جو امام خمینی کی حمایت کرنے کی بنا پر جیل میں تھے[۶]۔ اسی زمانے میں حوزہ علمیہ قم کے خراسان سے تعلق رکھنے والے طلبا نے ان کی ہدایت اور رہنمائی سے اس وقت کے وزیر اعظم حسن علی منصور کے نام امام خمینی کی گرفتاری جاری رہنے کے خلاف ایک احتجاجی خط تحریر اور شائع کیا۔ ان طلبا میں خود وہ، ابوالقاسم خزعلی اور محمد عبائی خراسانی شامل تھے[۷]۔
آیت اللہ خامنہ ای بہمن ۱۳۴۲ ش/ رمضان المبارک ۱۳۸۰ ھ کو دین کی تبلیغ اور اسلامی تحریک کے مسائل کو بیان کرنے کے لیے زاہدان گئے[۸]۔ زاہدان کی مساجد میں ان کی تقریروں اور عوام کی جانب سے ان کو کیے جانے کی بنا پر حکومت نے ان کو گرفتار کرکے قزل قلعہ جیل میں ڈال دیا جہاں اس زمانے میں سیاسی

۱. شرح اسم، ص ۱۲۹-۱۳۴۔
۲. مرکز اسناد، شمارہ ۶۱۴، ۱۲۳۱، ۱۳۳۲۔
۳. ایضاً، شمارہ ۱۲۳۳۔
۴. مشہد در بامداد نہضت اسلامی، ص ۲۰۵۔
۵. شرح اسم، ص ۱۵۶، ۱۵۷۔
۶. یاران امام، طالقانی، ج۱، ص ۱۶۸/۴۔
۷. صحیفہ نور، ج ۴، ص ۳۹۲۔
۸. شرح اسم، ص ۱۶۲، ۱۶۶۔

قیدیوں کو رکھا جاتا تھا[۱]۔ ۱۴ اسفند ۱۳۴۲ ش/۱۹۶۳ء کو انہیں اس شرط پر جیل سے رہا کر دیا گیا کہ وہ تہران کی حدود سے باہر نہیں جائیں گے[۲]۔ اس کے بعد اسلامی انقلاب کی کامیابی تک سیکورٹی اہلکاروں نے ان کی سرگرمیوں کی مسلسل نگرانی کی۔

آیت اللہ خامنہ ای ۱۳۴۳ ش/۱۹۶۴ء کے موسم خزاں میں قم سے واپس مشہد چلے گئے اور اپنے والد کی دیکھ بھال کرنے کے ساتھ ساتھ علمی و سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں[۳]۔ ان کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا جنہوں نے امام خمینیؒ کی ترکی جلاوطنی کے کچھ عرصے کے بعد ۲۹ بہمن ۱۳۴۳ ش/۱۹۶۴ء کو اس وقت کی امیر عباس ہویدا کی حکومت کو خط لکھ کر ملک کے ناگفتہ بہ حالات اور امام خمینی کی جلاوطنی پر احتجاج کیا[۴]۔ وہ عبدالرحیم ربانی شیرازی، محمد حسینی بہشتی، علی فیض مشکینی، احمد آذری قمی، علی قدوسی، اکبر ہاشمی رفسنجانی، سید محمد خامنہ ای اور محمد تقی مصباح یزدی کے ہمراہ[۵] اس گیارہ رکنی گروہ کا حصہ تھے جو پہلوی حکومت کا مقابلہ کرنے اور حوزہ علمیہ قم کی اصلاح اور اس کی تقویت کے مقصد سے تشکیل پایا تھا۔ جدوجہد فکر و عقیدے کی بنیاد پر تھی اور یہی امر اس کی پیشرفت اور آگے بڑھنے کا باعث بنا تھا اور علماء بھی جدوجہد کے روح رواں تھے۔ وہ جدوجہد کے اس مرحلے میں اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ تنظیم کے نہ ہونے سے انہیں کم کامیابی حاصل ہو گی اور اس کا ہونا اس بات کا باعث بنے گا کہ حکومت کی جانب سے جدوجہد کو ختم ہونے سے روکا جا سکے۔ اس گروہ نے امام خمینی کی جلاوطنی کے زمانے میں جدوجہد کو جاری رکھنے کے لیے منصوبہ بندی کرنے کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس گروہ کو حوزہ علمیہ قم کی پہلی خفیہ تنظیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس گروہ کی سرگرمیوں کا ساواک نے ۱۳۴۵ ش/۱۹۶۶ء میں پتہ لگایا اور اس کے بعد اس کے بعض ارکان گرفتار کر لیے گئے اور آیت اللہ خامنہ ای سمیت بعض دیگر ارکان مطلوب قرار پائے[۶]۔ آیت اللہ خامنہ ای نے روپوشی کے

---

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۳۴۔
۲. شرح اسم، ص ۱۸۷۔
۳. ایضاً، ۱۹۲، ۱۹۵۔
۴. اسناد انقلاب، ج ۳، ص ۱۲۸-۱۳۰۔
۵. ہاشمی رفسنجانی، اکبر، دوران مبارزہ، ج ۲، ص ۱۵۶۶۔
۶. یاران امام، قدوسی، ص ۸۶-۸۷؛ وہی حوالہ، ربانی، ص ۶۹، ۶۰۔

ان ایام میں کتاب «آیندہ در قلمرو اسلام» کے ترجمہ اور اشاعت کا کام انجام دیا۔ اس کتاب میں دو اہم موضوعات مغرب کے دباؤ اور کمیونزم کے پروپیگنڈے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مستقبل کے بارے میں بتایا گیا ہے جو اسلام کی طرف جارہا ہے[1]۔ ساواک نے کتاب کو ضبط اور اس کو شائع کرنے والے افراد کو گرفتار کرلیا لیکن وہ (کتاب کے مترجم) آیت اللہ خامنہ ای کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی[2]۔ آیت اللہ خامنہ ای ان دنوں میں کچھ عرصہ تہران اور کرج میں سرگرمیوں میں مصروف رہے لیکن حکومت مخالف باتیں نہ کرنے کا وعدہ نہ کرنے کی بنا پر کرج میں ان کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی گئی۔ تہران کی امیرالمؤمنین مسجد میں کچھ عرصہ امامت کے فرائض انجام دیئے۔ فروردین ۱۳۴۶ ش/۱۹۶۷ء میں مشہد کی مسجد گوہر شاد میں حکومت مخالف تقریر کرنے کے نتیجے میں آیت اللہ سید حسن قمی کی گرفتاری اور جلاوطنی کے بعد آیت اللہ خامنہ ای نے آیت اللہ میلانی سے درخواست کی کہ وہ اس اقدام پر احتجاج کریں[3]۔ ان کے اس اقدام کی وجہ سے ساواک کے اہلکاروں کو ان کی مشہد میں موجودگی کی اطلاع ہو گئی اور اسی سال ۱۴ فروردین کو آیت اللہ شیخ مجتبیٰ قزوینی کے جنازہ کے جلوس کے موقع پر انہیں گرفتار کرلیا گیا[4]۔ انہیں اسی سال ۲۶ تیر کو رہا کردیا گیا[5]۔ رہائی کے کچھ عرصے کے بعد تہران میں سیاسی قیدیوں سے ملاقات کے لیے گئے[6]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے مختلف علاقوں میں مجاہدین کے ساتھ رابطے کے ذریعے انہیں اور جدوجہد کو منظّم شکل دینے، مجاہدین اور انقلابیوں کی نئی نسلوں خاص طور پر دینی طلبا اور یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کی اسلامی نظریے کی بنیاد پر تربیت کرنے اور جدوجہد کے بنیادی اصولوں کو قرآن وحدیث سے حاصل کرنے، مادیت پسندی، مارکسزم اور لبرلیزم اور ان جیسے نظریات کا مقابلہ کرنے نیز امام خمینی کی تحریک کے تناظر میں جدوجہد اور اسلامی سوچ کو راسخ کرنے کی کوشش کی اور پہلوی حکومت کی کوششوں کے باوجود بہت

---

۱. آیندہ در قلمرو اسلام۔
۲. شرح اسم، ص ۲۳۵-۲۳۸۔
۳. یاران امام، میلانی، ۳/۷، ۵۔
۴. مرکز اسناد، شمارہ ۶۱۴۔
۵. ایضاً، شمارہ ۵۷۴۔
۶. بازرگان، مہدی، یادداشتہای روزانہ، ص ۴۲۳، ۴۲۲۔

زیادہ کامیابیاں حاصل کیں۔ جدوجہد کے بارے میں ان کی ہمہ گیر نظر، امام خمینیؒ کی تحریک کی اطلاع رسانی کے عظیم نیٹ ورک اور منبر کے پلیٹ فارم سے بھرپور استفادہ اس کے علاوہ ان کی عمل پسندی، ان کی کامیابی کے بعض اسباب ہیں۔

۹ شہریور ۱۳۴۷ ش/۱۹۶۸ء کو خراسان کے جنوب میں آنے والے تباہ کن زلزلے کے بعد آیت اللہ خامنہ ای کی سرپرستی میں خراسان کے علماء کا ایک وفد زلزلے سے متاثرہ افراد کی مدد اور امدادی سامان کی تقسیم کے کام میں مدد دینے کے لیے فردوس روانہ ہوا۔ ان کے اس اقدام کی مقامی حکام نے مخالفت کی لیکن امدادی گروہ نے زلزلہ زدگان کی امداد کے سلسلے میں مؤثر اقدامات انجام دیے۔ فردوس میں آیت اللہ خامنہ ای کی دو ماہ موجودگی اور امداد رسانی کے کاموں کی وجہ سے انہیں زلزلہ زدگان کی مشکلات کو قریب سے جاننے کا موقع ملا اور وہ ان سے مانوس ہو گئے اور مجالس میں اور منبروں پر اور اسی طرح مذہبی انجمنوں میں عوام کے سامنے اسلامی تحریک کا پیغام بیان کیا۔ ان سرگرمیوں کی وجہ سے خراسان کی پولیس اور خفیہ ادارے ساواک حساس ہو گئے اور انہوں نے فردوس میں ان کا قیام ختم کر دیا[۱]۔ انہوں نے اسی سال دی ماہ کے اواخر میں عراق کے مقدس مقامات کی زیارت اور امام خمینی (رہ) سے ملاقات کا ارادہ کیا لیکن ساواک نے اس کی مخالفت کی اور آپ کے وہاں جانے پر پابندی لگا دی جو اسلامی انقلاب کی کامیابی تک جاری رہی[۲]۔

آیت اللہ خامنہ ای کو «گیارہ رکنی گروہ» میں رکنیت کے الزام میں چھ ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ روزنامہ کیہان میں اس خبر کی اشاعت اور آیت اللہ خامنہ ای کو اپیل کورٹ میں طلب کیے جانے کے بعد انہوں نے مشہد کے بعض علماء سے مشورہ کرنے کے بعد عدالت میں حاضر ہونے سے گریز کیا[۳]۔ اس کے باوجود کہ وہ مطلوب تھے لیکن سید محمود طالقانی، سید محمد رضا سعیدی، محمد جواد باہنر، محمد رضا مہدوی کنی، مرتضی مطہری، اکبر ہاشمی رفسنجانی اور فضل اللہ محلاتی جیسے بعض مجاہد علماء کے ساتھ ان کے مشہد اور تہران میں رابطے تھے اور مشہد میں مقیم ہونے کے باوجود وہ تہران کے مجاہد علماء کے بہت سے اجلاس میں شرکت کرتے تھے[۴]۔ وہ

---

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۶۱۴۔

۲. شرح اسم، ص ۳۰۴۔

۳. یاران امام، ہاشمی نژاد، ص ۲۴۹،۲۴۸۔

۴. یاران امام، سعیدی، ص ۲۴۸؛ وہی حوالہ، باہنر، ص ۳۵۵۔

بعض علماء کے ساتھ اجلاس منعقد کرکے علماء اور دینی طلبا کو مشہد کے نواحی دیہاتوں میں بھیجنے کا فیصلہ کرتے اور اس سلسلے میں اقدام کرتے تھے[۱]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے اسلامی تحریک پر اعتقادی نگاہ کے ساتھ اور اس کی بنیاد پر لوگوں کی فکری تربیت کرکے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ وہ دینی علوم اور یونیورسٹی کے طلبا کے لیے تفسیر قرآن کی کلاسوں کا اہتمام اور عوام کے مختلف طبقات کے لیے تقریریں کرکے ان کی دینی اور اعتقادی بنیادوں کو مضبوط بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ثقافتی کوششوں کے ذریعے اسلامی امنگوں اور آرزوں کو حاصل کرنا ممکن ہے اور علم و آگہی کو فروغ دیے بغیر عوامی تحریکوں کو آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔ اس وقت روشن خیالی کی تحریک یونیورسٹیوں میں ایک فعال تحریک سمجھی جاتی تھی۔ اس تحریک کو مارکسزم سوچ کی حامی سیاسی تحریکوں کی سرگرمیوں کے رد عمل میں ضروری سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اسلامی مفکرین اور مجاہدین کی مدد سے علمی سرگرمیاں انجام دیں اور نشستیں منعقد کیں[۲]۔

آیت اللہ خامنہ ای کا جدوجہد کے میدان میں بہت سے مشہور روشن خیال افراد اور روشن خیالی کے مراکز کے ساتھ بھی رابطہ تھا اور وہ ان سے تعاون کرتے تھے۔ انہیں ۱۳۴۸ ش/۱۹۶۹ء کو جدوجہد کے موضوع پر تقریر کرنے کے لیے تہران میں حسینیہ ارشاد اور مسجد الجواد سمیت بعض فعال سیاسی و اسلامی مراکز میں دعوت دی گئی[۳]۔ آیت اللہ مرتضٰی مطہری کی دعوت پر ۱۳۴۸ ش/۱۹۶۹ء میں حسینیہ ارشاد اور انجینیروں کی انجمن اسلامی کی دعوت پر تہران کی مسجد الجواد میں ان کی تقریریں نوجوان نسل خاص طور پر اسکولوں اور یونیورسٹی کے طلبا کو آگاہ و باخبر کرنے میں بہت مؤثر واقع ہوئیں[۴]۔ آیت اللہ خامنہ ای نے بہار ۱۳۴۹ ش/۱۹۷۰ء میں اسلامی تحریک کے عمل کو گہرا کرنے اور پہلوی حکومت کے خلاف اعتقادی جدوجہد کی بنیادوں کو مضبوط بنانے کے لیے نشستیں منعقد کرنے کی بنیاد رکھی جن میں مرتضٰی مطہری، سید محمود طالقانی، سید ابوالفضل زنجانی، مہدی بازرگان، اکبر ہاشمی رفسنجانی، یداللہ سحابی، عباس شیبانی اور کاظم سامی

---

۱. یاران امام، ص ۳۶۳؛ وہی حوالہ، مہدوی، ص ۱۱۴

۲. شرح اسم، ص ۳۲۷،۳۲۶۔

۳. ایضاً، ص ۳۳۲،۳۳۱-۱۷۴،۴۷۰۔

۴. جودکی، ص ۲۳؛ یاران امام، ہاشمی نژاد، ص ۳۰۷،۳۰۶۔

جیسے افراد کو دعوت دی گئی اور ان میں اسلامی آئیڈیالوجی اور نظریہ کائنات کی تدوین پر مبنی اپنی جدوجہد کے نظریہ کو بحث کے لیے پیش کیا۔ ان نشستوں کے نتیجے میں اسلامی آئیڈیالوجی اور نظریہ کائنات کی تدوین انجام پائی[۱]۔

انہوں نے اسی زمانے میں اور ۲۰ خرداد ۱۳۴۹ ش/۱۹۷۰ء میں ساواک کے ہاتھوں آیت اللہ سید محمد رضا سعیدی کی شہادت کے بعد جو اس زمانے میں امام خمینی کی مرجعیت کے اہم ترین مروجین اور مبلغین میں سے تھے، دیگر مجاہدین کے ساتھ مل کر ان کی شہادت کے خلاف عوامی ردعمل اور احتجاج کی رہنمائی کر کے اس موقع سے جدوجہد کے حق میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

اس زمانے میں آپ کی کوششوں کے نتیجے میں دینی طلبا نے امام خمینی کی حمایت اور حکومت اور ساواک پر تنقید اور مخالفت میں پمفلٹ اور ہینڈبل شائع کیے[۲]۔ اس کے بعد جدوجہد اور احتجاج میں شدت آنے سے[۳] مشہد کی ساواک نے ۲ مہر ۱۳۴۹ ش/۱۹۷۰ء کو انہیں گرفتار کر لیا اور ایک عرصے تک مشہد کی خراسان جیل میں قید رکھا[۴]۔ محرم ۱۳۹۱ ھ، اسفند ۱۳۴۹ ش/۱۹۷۱ء میں اس کے باوجود کہ آیت اللہ خامنہ ای پر تقریر کرنے کی پابندی تھی، انہوں نے انجمن انصار الحسین تہران میں تقریریں کیں[۵]۔ آیت خامنہ ای نے ۱۳۵۰ ش/ ۱۹۷۱ میں آیت اللہ طالقانی کی دعوت پر تہران کی مسجد ہدایت میں تقریریں کیں جو مجاہد نوجوانوں اور طلبا کا مرکز تھی[۶]۔

امام خمینی کی جانب سے ڈھائی ہزار سالہ جشن شہنشاہی کے بائیکاٹ کے بعد[۷] ساواک نے مجاہد علماء کی سرگرمیوں کی کڑی نگرانی شروع کر دی۔ اسی کے تحت مرداد ماہ ۱۳۵۰ ش/۱۹۷۱ء کو مشہد کی ساواک نے

---

۱. فارسی، جلال الدین، زوایای جام جم، ص ۲۱۵۔
۲. مرکز اسناد، شم ۱۳۰، ۱۸۳؛ یاران امام، سعیدی، ج ۱، ص ۳۲۔
۳. تقویم، ص ۲۲۵۔
۴. وہی حوالہ، میلانی، ج ۳، ص ۴۲۴، ۴۲۳۔
۵. یاران امام، محلاتی، ج ۲، ص ۳۷۔
۶. یاران امام، باہنر، ص ۵۲۱، ۵۲۰؛ دوران مبارزہ، ج ۲، ص ۱۱۳۴-۱۱۳۵۔
۷. صحیفہ نور، ج ۲، ص ۳۷۳، ۳۵۸۔

انہیں طلب کیا اور ایک عرصے تک انہیں لشکر خراسان جیل میں قید رکھا[۱]۔ انہوں نے رہا ہونے کے بعد اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور اسی سال انہیں مزید دو بار گرفتار کیا گیا؛ ایک مرتبہ آبان کے مہینے میں کچھ عرصے کے لیے لشکر خراسان جیل میں رکھا گیا۔ دوسری بار ۲۱ آذر کو داخلی سلامتی کے خلاف اقدام کرنے کے الزام میں انہیں تین ماہ قید کی سزا دی گئی[۲]۔

انہوں نے رہائی کے بعد اپنی سیاسی و سماجی سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا اور انجمن انصار الحسین اور مسجد نارمک تہران کی نشستوں میں کئی بار شرکت کی اور دینی و سیاسی موضوعات پر تقریریں کیں۔ مدرسہ میرزا جعفر، مسجد امام حسن اور مسجد قبلہ کے علاوہ مشہد میں ان کے گھر پر ان کی درس و تفسیر کی کلاسیں جاری رہیں۔ ان نشستوں اور کلاسوں میں اسکولوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا، دینی طلبا، نوجوان اور عوام کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ ان کے مخاطب تھے کہ جن کو وہ سیاسی و انقلابی اسلام کی فکر و سوچ سے آگاہ کرتے تھے۔ ان کے درس اور نشستوں میں شرکت کرنے والے بہت سے افراد اور ان کے شاگردوں نے بعد میں جدوجہد کے عروج کے زمانے میں ملک کے مختلف علاقوں میں انقلابی سرگرمیاں انجام دیں۔ اہلکاروں کی رپورٹوں میں ان کے درسوں اور تقریروں کا کئی بار ذکر کیا گیا۔ ساواک کی نظر میں آیت اللہ خامنہ ای جیسے افراد حوزہ ہائے علمیہ کے روشن خیال اور انقلابی اساتذہ میں شمار ہوتے تھے جو طلبا اور نوجوانوں کے ساتھ رابطہ رکھنے کے ساتھ ساتھ امام خمینی کے نظریات کی ترویج کرنے والے اور دینی طلبا کو سیاسی و سماجی مسائل سے آگاہ کرنے کے خواہش مند تھے[۳]۔

آیت اللہ خامنہ ای فروردین ۱۳۵۲ ش/مارچ ۱۹۷۳ء میں تبلیغ کے لیے نیشابور گئے اور اس شہر کی مسجد میں ہفتے میں ایک بار ہر منگل کو اصول عقائد کے دروس کا سلسلہ شروع کیا[۴]۔ ماہ خرداد ۱۳۵۲ ش/۱۹۷۳ء میں ساواک نے مسجد امام حسن اور ان کے گھر میں ان کے تفسیر کے دروس پر پابندی لگا دی[۵]۔

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۱۲۳، ۶۱۴۔
۲. ایضاً، شمارہ ۶۱۴۔
۳. یاران امام، میلانی، ج ۳، ص ۵۹۰۔
۴. مرکز اسناد، شمارہ ۵۷۲، ۶۱۴۔
۵. ایضاً، شمارہ ۵۷۲، ۵۷۳، ۶۱۴۔

آیت اللہ خامنہ ای نے آذر ۱۳۵۲ ش. میں مسجد کرامت کے بانی اور واقف کی دعوت پر اس مسجد میں امامت کی ذمہ داری سنبھالی اور اپنے تفسیر کے دروس اسی مسجد میں منتقل کر لیے اور اس مسجد کو نوجوانوں اور طلبا کی سرگرمیوں کے مرکز میں تبدیل کر دیا[۱]۔ ساواک مشہد نے ان کی وسیع پیمانے پر سیاسی سرگرمیوں پر رد عمل ظاہر کرتے ہوئے انہیں اس مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے سے روک دیا[۲]۔

آبان ۱۳۵۳ش/ ۱۹۷۴ء میں مسجد جاوید تہران کے امام جماعت آیت اللہ محمد مفتح کی دعوت پر کہ جن پر ان دنوں منبر پر جانے پر پابندی تھی، اس مسجد میں تقریر کی۔ اس کے بعد ساواک نے آیت اللہ مفتح کو گرفتار اور مسجد جاوید کو جدوجہد کا ایک اہم مرکز ہونے کی وجہ سے بند کر دیا[۳]۔ اسی سال آذر کے مہینے میں ساواک نے آیت اللہ خامنہ ای کے گھر کی بھی تلاشی لی۔ ساواک نے مشہد میں اسلامی تحریک کے اہداف کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں مواقع سے فائدہ اٹھانے اور جدوجہد کو منظّم کرنے کے لیے افرادی قوت تیار کرنے کی ضرورت کے بارے میں خصوصی نشستوں میں ان کے بیانات کو اس تلاشی کی وجہ قرار دیا[۴]۔ آیت اللہ خامنہ ای کو دی ۱۳۵۳ ھ/ ۱۹۷۴ء میں چھٹی بار گرفتار کر لیا گیا اور اس بار انہیں تہران میں انسداد تخریب کاری کی مشترکہ کمیٹی کی جیل میں منتقل کیا گیا[۵] اور خود ان کے بقول قید کی دشوار ترین اور سخت ترین صورت حال کا تجربہ کیا۔ قید کے دوران انہیں کسی سے ملنے کی اجازت نہیں تھی اور ان کی صورت حال اور جیل کے بارے میں ان کے اہل خانہ کو بھی اطلاع نہیں دی گئی تھی[۶]۔ انہیں ۲ شہریور ۱۳۵۴ ش. کو رہا کیا گیا لیکن وہ سیکورٹی اہلکاروں کی زیر نگرانی تھے اور نماز جماعت پڑھانے، تقریر و تدریس کرنے اور تفسیر کا درس دینے پر حتیٰ گھر میں بھی پابندی عائد کر دی گئی تھی[۷] لیکن انہوں نے تمام سیکورٹی و سیاسی پابندیوں کے تفسیر کے دروس اور اپنی انقلابی سرگرمیاں خفیہ طور پر جاری رکھیں اور دینی علوم کے طلبا میں امام خمینی کا

---

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۶۱۴۔

۲. یاران امام، مطہری، ص ۴۵۵؛ آرکائیو مرکز اسناد، شمارہ ۵۷۳۔

۳. نیکبخت، رحیم، زندگی و مبارزات آیت اللہ شہید دکتر محمد مفتح، ص ۴۰۸۔

۴. مرکز اسناد، شمارہ ۵۷۳۔

۵. ایضاً، شمارہ ۶۱۴، ۵۷۴، ۵۷۲۔

۶. ایضاً، شمارہ ۵۷۵۔

۷. ایضاً، شمارہ ۳۸۹، ۳۰۴، ۵۷۵۔

وظیفہ تقسیم کرنے کا کام بھی جاری رکھا[۱]۔ ۱۳۵۴ ش۔ کے اواخر یعنی ۱۹۷۶ء کے اوائل میں کتاب «طرح کلی اندیشۂ اسلامی در قرآن» سید علی حسینی کے فرضی نام سے شائع کی۔ انہوں نے خرداد ۱۳۵۵ ش۔ میں قوچان میں سیلاب آنے کے بعد ایک گروہ تشکیل دیا جسے سیلاب سے متاثرہ افراد کی مدد کے لئے وہاں بھیجا گیا اور اس نے مدرسہ عوضیہ کو اپنا مرکز بنا کر اس شہر کے عوام کو مدد پہنچائی[۲]۔

ساواک کی دستاویزات میں آیت اللہ خامنہ ای اور ان کے والد کی ۱۳۵۵ ش۔ کے اواخر میں مشہد میں سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں رپورٹیں موجود ہیں کہ انہوں نے امام خمینی کی حمایت و طرفداری اور اسلامی تحریک کی تبلیغ کی۔

آیت اللہ خامنہ ای نے محرم ۱۳۹۶ ھ/ دی ماہ ۱۳۵۵ ش۔ میں حکومت کے خلاف تقریریں کیں اور فکری و ثقافتی فضا کے بیان اور وضاحت کے بارے میں، خاص طور پر یونیورسٹی طلبا اور نوجوانوں کے لیے بحث کی نشستیں منعقد کیں[۳]۔ اس کے علاوہ تہران کے علماء کی نشستوں میں شرکت کرکے جدوجہد کے عمل کو تیز کیا[۴]۔ دوسری جانب ساواک بھی ان کے اور دیگر مجاہدین کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کے لیے ان نشستوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی[۵]۔ علی شریعتی کے لندن میں ۲۹ خرداد ۱۳۵۶ ش/۱۹۷۷ء میں انتقال کے بعد آیت اللہ خامنہ ای نے ان کی مجالس ترحیم میں شرکت کی۔ ان کی یہ شرکت شریعتی اور ان کے والد سے ان کے دیرینہ تعلق اور آشنائی کی بنا پر تھی[۶]۔

یکم آبان ۱۳۵۶ ش/۱۹۷۷ء میں نجف میں آیت اللہ سید مصطفیٰ خمینی کے انتقال کے بعد آیت اللہ خامنہ ای اور بعض مجاہدین نے ۶ آبان کو مسجد ملا ہاشم میں مجلس ترحیم کا انعقاد کیا[۷]۔ انہی دنوں انہوں نے

---

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۵۷۶، ۵۷۲
۲. ایضاً، شمارہ ۳۸۹۔
۳. کتاب گفت و گوی چہار جانبہ۔
۴. یاران امام، مفتح، ص ۳۴۰؛ استاد، ص ۲۷۷۔
۵. مرکز اسناد، شمارہ ۵۸۳۔
۶. ایضاً، شمارہ ۵۷۲، ۳۸۹۔
۷. ایضاً۔

مشہد کے بعض علماء کے ہمراہ نجف میں امام خمینی کو ایک تعزیتی ٹیلی گرام بھیجا[1]۔ آیت اللہ سید مصطفیٰ خمینی کے انتقال اور اس کے بعد آنے والی تبدیلیوں سے اسلامی تحریک اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو گئی اور انقلاب کی کامیابی کے لیے سنجیدہ اقدامات شروع ہو گئے۔ پہلوی حکومت نے بھی ان اقدامات کے رد عمل میں کھلی سیاسی فضا کی پالیسی کے اعلان کے باوجود مجاہدین کو کچلنے اور دبانے کے اقدامات کر کے ان کی سرگرمیوں کو محدود کر دیا۔ اس پالیسی پر عمل درآمد کے بعد بعض سرکردہ مجاہدین کو جلاوطن کر دیا گیا جن میں آیت اللہ خامنہ ای بھی شامل تھے۔

انہیں خراسان کے سماجی سلامتی کمیشن نے تین سال کے لیے ایرانشہر جلاوطن کرنے کی سزا سنائی[2] اور ساواک کے کارندوں نے ۲۳ آذر ۱۳۵۶ ش/۱۹۷۶ء کو ان کے گھر پر چھاپہ مار کر انہیں گرفتار کر لیا اور ایرانشہر منتقل کر دیا۔ اس اقدام سے حکومت کا مقصد، عوام اور مجاہدین کے ساتھ ان کے رابطے اور تعلق کو ختم کرنا اور اس کے بعد حکومت کے خلاف ان کی جدوجہد کو ناکام بنانا تھا[3] لیکن اہل سنت کے ساتھ ان کے تعاون اور گھل مل جانے کی وجہ سے ایرانشہر کے عوام میں وہ مشہور اور مقبول ہو گئے اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے ملک کے دور دراز علاقوں میں عوام تک انقلاب کا پیغام پہنچایا[4]۔ ایرانشہر کی مسجد آل رسول میں ان کی تقریروں اور مجاہد علماء، انقلابی افراد اور عوام کے مختلف طبقات کی ان کے گھر میں آمدورفت کی وجہ سے سیکورٹی فورس کے اہلکاروں نے ان کی سرگرمیوں کو محدود کر دیا اور لوگوں کی آمدورفت کو روک دیا[5]۔

انہوں نے ۱۹ فروردین ۱۳۵۷ ش/۱۹۷۸ء کو یزد میں عوام کے قتل عام کے بعد آیت اللہ محمد صدوقی کے نام خط میں پہلوی حکومت کے اس وحشیانہ اقدام کی مذمت کی اور عوام کو جدوجہد جاری رکھنے کی ترغیب

---

۱. صحیفہ نور، ج ٦، ص ۵۲۔
۲. مرکز اسناد، شمارہ ۵۷٦۔
۳. انقلاب اسلامی بہ روایت اسناد ساواک، ج ۱، ص ۲٦۳؛ یاران امام، مطہری، ص ۵۷۵۔
۴. ایضاً، ج ۲، ص ۳۲٦، ج ۱۰، ص ۵۱۔
۵. مرکز اسناد، شمارہ ۵۷٦؛ اسناد نہضت، ج ۹، ص ۲۳۴-۲۳۵۔

دینے کے ساتھ ساتھ اس واقعہ کے شہداء کو خراج عقیدت پیش کیا[1]۔ یہ خط اعلامیہ اور پمفلٹ کی شکل میں پورے ملک میں تقسیم کیا گیا[2]۔

۱۱ تیر ۱۳۵۷ ش/۱۹۷۸ء میں ایرانشہر میں آنے والے سیلاب کے موقع پر آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے سابقہ تجربات کے پیش نظر امدادی گروہ کے سربراہ کی حیثیت سے یزد اور مشہد سمیت مختلف شہروں کے علماء کے ساتھ ہم آہنگی کرکے ایران کے مختلف علاقوں سے امداد جمع کی اور سیلاب سے متاثرہ افراد میں اسے تقسیم کر دیا[3]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے جلاوطنی کے دوران ایران کے شہروں میں صف اول کے مجاہدین اور علماء سے اپنا رابطہ برقرار رکھا اور اسلامی تحریک کے بارے میں مسلسل خط وکتابت کی اور اس طرح وہ بہت سے حالات و واقعات سے آگاہ اور باخبر ہوتے تھے اور خط وکتابت کے ذریعے علماء کے بہت سے اجتماعی فیصلوں میں شرکت کرتے تھے۔

اسلامی انقلاب کی جدوجہد میں تیزی آنے سے (۲۸ شعبان ۱۳۹۸ ھ/ ۲۸ تیر ۱۳۵۷ ش.) ماہ رمضان سے قبل حوزہ علمیہ مشہد کے بہت سے طلبا نے آیت اللہ خامنہ ای کی جلاوطنی پر احتجاج کیا اور ان کی مشہد واپسی کا مطالبہ کیا جس پر پولیس اہلکاروں نے مداخلت کی[4]۔ ایرانشہر اور اس کے اطراف کے علاقوں اور شہروں میں جدوجہد کو منظّم کرنے میں آیت اللہ خامنہ ای کی بڑھتی ہوئی انقلابی اور عوامی سرگرمیوں نے ایک طرف اور اس علاقے کے عوام کے مختلف طبقوں میں ان کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ اور مقبولیت نے دوسری طرف سیکورٹی حکام کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ ان کو جیرفت شہر جلاوطن کر دیں جو ایرانشہر سے زیادہ دور افتادہ تھا اور وہاں پابندیاں اور محدودیت بھی زیادہ تھی۔ اس بنا پر انہیں ۲۲ مرداد کو جیرفت منتقل کر دیا گیا[5]۔ آیت اللہ خامنہ ای کی سیاسی جدوجہد جیرفت میں بھی نہیں رکی اور انہوں نے شہر میں داخل

---

۱. یاران امام، صدوقی، ۱۲۸-۱۳۱۔
۲. مرکز اسناد، شمارہ ۵۷۶۔
۳. ایضاً۔
۴. ایضاً۔
۵. ایضاً، شمارہ ۱۰۲۔

ہونے کے فوراً بعد اس شہر کی جامع مسجد میں تقریر کرکے پہلوی حکومت کی سیاہ کاریوں کا پردہ چاک کیا۔ ۱۵ شہریور ۱۳۵۷ ش/۱۹۷۸ء کو ان کی تقریر کے بعد لوگوں نے مظاہرہ کیا اور انقلابی نعرے لگائے[۱]۔ یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا جب چھوٹے شہروں میں مظاہرے شروع نہیں ہوئے تھے۔ وہ ان جلاوطن علماء میں سے تھے جنہوں نے آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب کے نام خط لکھ کر ملک کے حالات اور شیراز، مشہد، اصفہان اور جہرم میں پہلوی حکومت کے مظالم اور جرائم کا ذکر کیا اور پہلوی حکومت کے خاتمے تک اسلامی تحریک کو جاری رکھنے کے لیے اقدامات تجویز کیے[۲]۔ وہ اس دوران خفیہ طور پر کہنوج گئے اور انقلابی کیں[۳]۔

عوامی جدوجہد میں اضافے اور اس کے پھیلنے، حکومت کے ارکان کے کمزور ہونے اور انقلاب کے عمل کو روکنے میں اس کی ناکامی کے بعد آیت اللہ خامنہ ای یکم مہر ۱۳۵۷ ش/۱۹۷۸ء کو جیرفت سے مشہد واپس آگئے اور انہوں نے انقلاب کے امور کو منظّم کرنے، جدوجہد کے عمل کو تیز کرنے اور تحریک کے گوناگوں مسائل کا جائزہ لینے کے سلسلے میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں[۴]۔ فرانس میں امام خمینی کے قیام کے دنوں میں انہوں نے مشہد کے بعض مجاہد علماء کے ہمراہ ایک ٹیلی گرام بھیج کر فرانس میں امام خمینی کے عارضی قیام کو عوام کے دل میں امید اور یقین کی لہر پیدا ہونے کا باعث اور ایران کی مسلمان امت کی نجات کے راستے میں امام خمینی کے عزم راسخ کی نشانی اور علامت قرار دیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ جدوجہد کو جاری رکھنے کے لیے ضروری احکامات جاری کریں۔ آخر میں امام خمینی کی ایران واپسی کی بھی اپیل کی گئی[۵]۔

مشہد میں آیت اللہ خامنہ ای کی مجاہدانہ سرگرمیاں تھوڑی ہی عرصے میں تیز ہوگئیں اور انہوں نے عوامی مظاہروں اور اقدامات کو منظّم کرنے کے ساتھ ساتھ مشہد کے عوامی اجتماعات میں انقلابی تقریریں

---

۱. مرکز اسناد، شمارہ ۱۱۱۔
۲. اسناد انقلاب، ج ۳، ص ۳۴۸-۳۵۷۔
۳. مؤسسہ، ۱۸۸۹۔
۴. مرکز اسناد، شمارہ ۵۷۶۔
۵. اسناد انقلاب، ج ۳، ص ۴۰۲؛ آرکائیو مرکز اسناد، شمارہ ۲۰۹۔

کیں[۱]۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کا امام خمینی کے دفتر اور دیگر مجاہدین کے ساتھ رابطہ تھا اور ان سے صلاح و مشورہ کرتے تھے اسی کے نتیجے میں سید احمد خمینی نے ۱۰ آبان ۱۳۵۷ ش/۱۹۷۸ء کو پیرس سے آیت اللہ صدوقی سے رابطہ کیا اور کہا کہ امام خمینی ان سے اور آیت اللہ خامنہ ای سے ملنا چاہتے ہیں[۲]۔ آیت اللہ خامنہ ای ان علماء میں شامل تھے جنہوں نے مشہد کے سعد آباد اسٹیڈیم میں اس شہر کے اساتذہ کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب میں امام خمینی کی واپسی اور اسلامی حکومت کی تشکیل کا مطالبہ کیا[۳]۔ وہ آبان ماہ کے آخری دنوں میں سید عبدالکریم ہاشمی نژاد کے ہمراہ قوچان، شیروان اور بجنورد گئے اور ان شہروں میں تقریریں کرکے انقلاب کی تحریک کو مضبوط بنانے کی کوشش کی۔ آیت اللہ خامنہ ای کی مشہد میں بڑھتی ہوئی اور مؤثر سرگرمیوں کی وجہ سے پہلوی حکومت کے سیکورٹی حکام نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ساواک کی رپورٹوں میں آیت اللہ خامنہ ای کو خراسان میں انقلاب کا ایک ممتاز علمبردار قرار دیا گیا ہے[۴]۔

انہوں نے ۱۹ اور ۲۰ آذر ۱۳۵۷ ش. یعنی نو اور دس محرم کو مشہد کے عظیم جلوس میں پرجوش تقریر کی اور امام رضا علیہ السلام کے روضہ مبارک میں خطبۂ شب عاشورا کو امام خمینی کے نام پر پڑھا اور اس انقلابی اقدام سے پہلوی حکومت کے ایک روایتی اقدام کو کہ اس سے پہلے مذکورہ رسم محمد رضا پہلوی کے لیے دعا کے ساتھ سرکاری اور رسمی طور پر ادا کی جاتی تھی، ختم کرکے رکھ دیا[۵]۔ اسی طرح انہوں نے عاشورا کے دن مشہد کے عوام کے عظیم جلوس کو منظم کیا اور ان کے عظیم اجتماع میں تقریر کی[۶]۔ ان کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا جنہوں نے ۲۴ آذر کو مشہد کے شاہ رضا اسپتال (موجودہ امام رضا اسپتال) پر پہلوی حکومت کے اہلکاروں کے حملے کے خلاف اسی اسپتال میں احتجاجی دھرنا دینے کا پروگرام بنایا[۷]۔ دھرنے کے لیے جانے کے

---

۱. انقلاب اسلامی بہ روایت اسناد ساواک، ج ۱۴، ص ۲۷۴، ۱۹۲۔
۲. صحیفہ نور، ج ۷، ص ۶۰۳؛ یاران امام، صدوقی، ۴۳۱۔
۳. مرکز اسناد، شمارہ ۳۸۹، ۲۷۵۔
۴. ایضاً، شمارہ ۳۸۹۔
۵. ایضاً، شمارہ ۲۷۵؛ مؤسسہ، شمارہ ۱۹۲۱۔
۶. روزشمار، ج ۸، ص ۳۳۹، ۳۵۲۔
۷. انقلاب اسلامی بہ روایت اسناد ساواک، ج ۲۰، ص ۳۳۔

راستے میں بہت سے لوگ ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور انہوں نے دھرنے میں شرکت کی[۱]۔ دھرنا دینے والوں نے ایک اعلامیہ جاری کرکے پہلوی حکومت کے اہلکاروں کے جرائم کی تشریح کرتے ہوئے ان کے خلاف کاروائی کا مطالبہ کیا[۲] اور پہلوی حکومت کے خاتمے اور امام خمینی کی واپسی پر زور دیا۔ ان کے اس اقدام کا وسیع رد عمل سامنے آیا اور ان کے ساتھ یکجہتی اور حمایت میں پورے ایران میں متعدد اعلامیے جاری ہوئے[۳]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے ۹ دی ۱۳۵۷ ش. کو مشہد کے بعض علماء کے ہمراہ ایک بڑے عوامی جلوس کی قیادت کرتے ہوئے خراسان کے گورنر ہاؤس کے ملازمین کو انقلابی تحریک میں شامل کرنے کے لیے اس کی عمارت کی جانب حرکت کی لیکن ان کی پرامن کوششوں کے باوجود گورنر ہاؤس میں تعینات پولیس اہلکاروں نے عوام پر فائرنگ کر دی جس کے بعد مظاہرین سڑکوں پر نکل آئے اور بعض حکومتی مراکز اور عمارتوں کو نذر آتش کر دیا۔ اس واقعہ کی رات آیت اللہ خامنہ ای سمیت مشہد کے علماء نے ایک اجلاس منعقد کرکے اگلے روز جھڑپوں اور عوام کے مزید قتل کو روکنے کی کوشش کی لیکن پہلوی حکومت کے اہلکاروں نے مظاہرہ کرنے والے لوگوں کا قتل عام کرکے ۱۰ دی ۱۳۵۷ ش. کے خونریز اتوار کے المیہ کو جنم دیا[۴]۔ ان واقعات کے رونما ہونے کے بعد آیت اللہ خامنہ ای نے مشہد کے بعض مجاہد علماء کے ساتھ مل کر اس واقعہ کی مذمت میں اور تحریک کو جاری رکھنے کے سلسلے میں ایک اعلامیہ جاری کیا[۵]۔

پہلوی حکومت کا شیرازہ بکھرنے کے عمل میں تیزی آنے اور اسلامی انقلاب کی حتمی کامیابی کی علامات ظاہر ہونے کے بعد امام خمینی نے ۲۲ دی ماہ ۱۳۵۷ ش. کو اسلامی انقلاب کی کونسل تشکیل دینے کا فرمان جاری کیا[۶]۔ آیت اللہ خامنہ ای جنہیں امام خمینی نے اس کونسل کا رکن منتخب کیا تھا، اپنے مرکزی کردار کے

---

۱. شمس آبادی، حسن، نقش علمای مشہد در انقلاب اسلامی، ص ۳۱۶، ۳۱۵۔
۲. اسناد انقلاب، ج ۳، ص ۴۹۳، ۴۹۲۔
۳. انقلاب اسلامی بہ روایت اسناد ساواک، ج ۲۱، ص ۱۸۸، ۱۲۳-۱۲۴۔
۴. نقش علمای مشہد در انقلاب اسلامی، ص ۳۲۵-۳۲۸
۵. روز شمار، ج ۱۰، ص ۲۱۶-۲۱۷۔
۶. صحیفہ نور، ج ۵، ص ۴۲۸، ۴۲۶۔

ساتھ کہ جو انہوں نے مشہد میں اسلامی انقلاب کی تحریک میں ادا کیا تھا، اس شہر کو چھوڑ کر دی ماہ ۱۳۵۷ش. کے اواخر میں تہران آ گئے اور مدرسہ رفاہ کو اپنا مرکز قرار دیا اور دیگر مجاہدین خاص طور پر آیت اللہ بہشتی، مطہری اور مفتح کے ساتھ مل کر اسلامی انقلاب کی کامیابی کے حتمی مرحلے کی تیاری اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے لیے فعال کردار ادا کرنے کی ذمہ داری سنبھالی[۱]۔ اسلامی انقلاب کی کونسل کی جانب سے امام خمینی کے استقبال کی کمیٹی کی تشکیل کے بعد[۲] اس کی پروپیگنڈہ کمیٹی کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی۔

بختیار کے حکم سے ملک کے تمام ایئر پورٹ بند کیے جانے اور امام خمینی کی ایران واپسی پر پابندی کے بعد آیت اللہ خامنہ ای نے آیت اللہ بہشتی اور کئی دیگر سرکردہ مجاہد علماء کے ساتھ مل کر حکومت کے اس اقدام کے خلاف تہران یونیورسٹی کی مسجد میں ایک بہت بڑے دھرنے کا اہتمام کیا جس میں علماء، یونیورسٹی کے طلبا و اساتذہ اور عوام کی ایک بڑی تعداد کی شمولیت سے اس نے وسیع شکل اختیار کر لی[۳]۔ دھرنے کے آغاز سے ایک رات پہلے آیت اللہ بہشتی نے بہشت زہرا میں تقریر کی اور آیت اللہ خامنہ ای نے اپنی تیار کردہ قرارداد لوگوں کے سامنے پڑھی اور اس پروگرام سے تہران یونیورسٹی کی مسجد میں اگلے روز دھرنے کا پروگرام حتمی ہو گیا۔

آیت اللہ خامنہ ای نے دھرنے کے دوران دھرنا دینے والے بعض مجاہدین کے ساتھ مل کر کچھ اقدامات انجام دیئے جن میں تقریر، اعلامیہ کی اشاعت اور تحصن یعنی گھیراؤ دھرنا نام کا ایک رسالہ شامل تھا[۴]۔ دھرنا دینے والوں نے آٹھ بہمن کو ایک اعلامیہ جاری کرکے اس بات پر زور دیا کہ امام خمینی کے لیے ایئر پورٹ کھلنے تک وہ اپنا دھرنا جاری رکھیں گے[۵]۔ اس دھرنے نے کہ جو بارہ بہمن کی صبح تک جاری رہا[۶]، تہران یونیورسٹی کی مسجد کو جدوجہد کے ایک مؤثر مرکز میں تبدیل کر دیا۔

---

۱. اوبہ تنہایی، ص ۶۳؛ حدیث، ج ۲، ص ۴۰۔
۲. دہۂ سرنوشت ساز، ص ۹۲-۹۴۔
۳. ہاشمی رفسنجانی، اکبر، انقلاب و پیروزی، ص ۱۶۲، ۱۶۱؛ اطلاعات، شمارہ ۱۷۷۵، ۱۳۵۷/۱۱/۹۔
۴. مصاحبہ ہا، ۱۳۶۳-۱۳۶۳، ص ۱۸۳، ۱۸۲۔
۵. اسناد انقلاب اسلامی، ج ۴، ص ۱۴۷۔
۶. پابہ پای افتاب، ج ۲، ص ۱۹۵۔

۱۲ بہمن ۱۳۵۷ ش/۱۱ فروری ۱۹۷۹ء کو امام خمینی کی وطن واپسی کے تاریخی لمحے میں آیت اللہ خامنہ ای جو امام کے ساتھ ملاقات کے شوق میں پل پل گن رہے تھے، علماء اور اسلامی مجاہدین کے ہمراہ امام خمینی کے استقبال کے لیے مہرآباد ہوائی اڈے گئے۔ اسلامی انقلاب کے عشرہ فجر کے دوران آیت اللہ خامنہ ای مسلسل امام خمینی کے ساتھ رہے اور بہت سے امور میں ان کو مشورے دیتے رہےاور اسی طرح اسلامی حکومت کے داخلی اور خارجی مخالفین کی خبری اور تشہیراتی سازشوں اور مختلف سیاسی جماعتوں اور گروہوں کی موقع پرستی کا مقابلہ کرنے اور امام کے نام سے ایک میگزین کی اشاعت اور خبروں کی تیاری اور اشاعت کے مقصد سے دفتر امام کی تشہیراتی اور پریس کمیٹی کے بھی انچارج تھے۔ خود بھی کئی مقالے لکھے اور اس میگزین میں شائع کیے[۱]۔

اسلامی انقلاب کا پہلا عشرہ: (بہمن ۱۳۵۷-خرداد ۱۳۶۸)

انقلابی کونسل

اسلامی جمہوری نظام کی تشکیل کے عمل میں آیت اللہ خامنہ ای کے کردار کا پہلا میدان، انقلابی کونسل میں ان کی رکنیت اور فعالیت تھی۔ یہ کونسل مہرماہ ۱۳۵۷ ش. میں امام خمینی کی فرانس ہجرت، اسلامی انقلاب کی کامیابی کی علامات ظاہر ہونے اور اسلامی تحریک کے انقلاب کے مرحلے میں داخل ہونے کے بعد امام خمینی کے حکم سے آبان ماہ کے اوائل میں قائم کی گئی اور اس کے ارکان کا امام خمینی نے بتدریج انتخاب کیا لیکن مختلف امور کا خیال رکھنے کے لحاظ سے انقلاب کی کامیابی سے ایک ماہ قبل ۲۲ دی ماہ ۱۳۵۷ ش. کو اس کا باضابطہ اعلان کیا گیا[۲]۔ مرتضی مطہری، سید محمد حسینی بہشتی، سید عبدالکریم موسوی اردبیلی، محمد رضا مہدوی کنی، سید علی خامنہ ای، محمد جواد باہنر اور اکبر ہاشمی رفسنجانی اس کونسل کے اولین ارکان تھے۔ بعد میں کئی دیگر افراد بھی اس کونسل کے رکن بنے[۳]۔

۱. قصہ انقلاب، ص ۹۵۔
۲. صحیفہ نور، ج ۵، ص۴۲۸، ۴۲۶۔
۳. خاطرات آیت اللہ مہدوی کنی، ص ۱۸۳۔

آیت اللہ خامنہ ای نے دی ماہ کے اواخر میں اس کے اجلاس میں شرکت کی[۱]۔ اس موقع پر جدوجہد کے بارے میں اہم فیصلے کرنے کی ذمہ داری اس کونسل کی تھی۔ ان میں پہلوی حکومت اور امریکہ سمیت غیر ملکی حکام کے ساتھ مذاکرات اور امام خمینی کے استقبال کی کمیٹی کی تشکیل کا فیصلہ شامل تھا[۲]۔ کامیابی سے پہلے انقلابی کونسل کا ایک اور اہم اقدام عبوری حکومت کے سربراہ کے طور پر مہدی بازرگان کا نام امام خمینی کو پیش کرنا تھا[۳]۔

انقلاب کی کامیابی کے بعد انقلابی کونسل کے ذمہ جو کام تھے وہ درج ذیل ہیں:

مقنّنہ کی غیر موجودگی میں قانون سازی کرنا، تیر ماہ ۱۳۵۸ ش. میں عبوری حکومت اور انقلابی کونسل کے ادغام کے بعد انتظامیہ کے بعض فرائض اور ذمہ داریوں کو انجام دینا اور ۱۴ آبان ۱۳۵۸ ش. کو عبوری حکومت کے استعفے کے بعد اس کی تمام ذمہ داریوں کو انجام دینا۔

ان اصلی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ نو تشکیل شدہ اسلامی جمہوری نظام کو درپیش بحرانوں اور مشکلات سے نجات دلانا اور امام خمینی کو مشورے دینا بھی انقلابی کونسل کے فرائض میں شامل تھا[۴]۔ ۲۹ تیر ۱۳۵۹ ش. میں انقلابی کونسل کی سرگرمیوں کے اختتام تک اس کے چار ادوار میں اس کے ارکان میں کئی بار تبدیلیوں کے باوجود آیت اللہ خامنہ ای اس کے مستقل رکن رہے[۵]۔ شوریٰ کے «لبرل» کے نام سے ارکان کے خاص موقف اور نظریات کے سامنے استقامت و پائیداری، ایران کی تودہ پارٹی اور اسلامی انقلاب کی مخالف جماعتوں اور گروہوں کے افراد اور حامیوں کی فوج اور ملک کے ثقافتی شعبے میں داخلے کو روکنے کی ضرورت کے بارے میں بار بار انتباہات، شوریٰ کے اجلاس اور فیصلوں میں ان کے اہم مواقف میں شامل تھے۔ ان کا خیال تھا کہ انقلابی کونسل میں معاشرے کے مختلف طبقات کے نمائندے موجود ہونے چاہئیں[۶]۔

---

۱. پابہ پای آفتاب، ج ۲، ص ۱۹۲۔
۲. دہۂ سرنوشت ساز، ص ۹۲-۹۴۔
۳. ہاشمی رفسنجانی، اکبر، انقلاب و پیروزی، ص ۱۶۹۔
۴. سائلی کردہ دہ، مجید، شورای انقلاب اسلامی ایران، ص ۱۱۔
۵. ایضاً، ص ۶۲، ۴۹۔
۶. شورای انقلاب اسلامی ایران، جلسہ ۱۳۵۷/۱۲/۱۰۔

کردستان، سیستان و بلوچستان اور ملک کے دیگر علاقوں کے مسائل اور اتحاد کو باقی رکھنے کی ضرورت انقلابی کونسل میں ان کے پیش نظر اہم موضوعات میں شامل تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ عبوری حکومت نے کردستان کے معاملے میں کمزوری کا مظاہرہ کیا ہے اور اسے مختلف راستوں سے حل کرنا چاہیے اور اسے مختلف اقوام کے حامل ملک کے دیگر علاقوں تک پھیلنے سے روکنا چاہیے[۱]۔ سیستان و بلوچستان کے علاقے کے بارے میں بھی اپنی جلاوطنی کے زمانے میں اس علاقے میں اپنی موجودگی کے تجربے اور اس علاقے کے سیاسی و سماجی حالات سے باخبر ہونے کی بنیاد پر وہ اس علاقے کے عوام کی معاشی اور اقتصادی صورت حال کو بہتر بنانے پر زور دیتے تھے[۲]۔ اس سلسلے میں ۹ فروردین ۱۳۵۸ ش. کو امام خمینی کی جانب سے انہیں ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ ایک وفد کے ہمراہ اس علاقے میں جائیں اور لوگوں کی مشکلات و مسائل اور مطالبات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اس علاقے کی صورت حال کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کریں[۳]۔ اس سفر میں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے علاوہ انہوں نے علاقے کے بعض مقامی سرداروں اور ناقدین سے ملاقات کی اور ان کے سامنے اسلامی جمہوری نظام کی پالیسیوں کو کھل کر بیان کیا۔

سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی اور جہاد سازندگی (تعمیری جہاد) جیسے انقلابی اور عوامی اداروں کے قیام اور انہیں مضبوط بنانے کی حمایت انقلابی کونسل میں ان کے اصولی مواقف میں شامل تھی[۴]۔

تیر ماہ ۱۳۵۸ ش. کے آخر میں عبوری حکومت اور انقلابی کونسل کے ادغام سے انقلابی کونسل کے بعض ارکان اس کونسل کی جانب سے حساس وزارت خانوں میں چلے گئے اور آیت اللہ خامنہ ای کو وزارت دفاع کے انقلابی امور کا سربراہ چنا گیا۔ اس زمانے میں ڈاکٹر مصطفیٰ چمران وزیر دفاع تھے[۵]۔ اسی طرح انقلابی اور عبوری حکومت کے ادغام کے دوران جو انتظامیہ کی توجہ زیادہ مرکوز کرنے کے مقصد سے انجام پایا، انہیں سکورٹی وزراء کے کمیشن کا رکن منتخب کیا گیا اور گنبد، کردستان اور خوزستان کے بحرانوں اور انقلاب مخالف

---

۱. ایضاً، جلسہ ہای ۱۳۵۷/۱۲/۲۹؛ ۱۳۵۸/۶/۴؛ ۱۳۵۸/۷/۱۵؛ ۱۳۵۸/۹/۲۔

۲. ایضاً، جلسہ ہای ۱۳۵۸/۱/۱۵؛ ۱۳۵۸/۱/۱۹؛ ۱۳۵۸/۶/۱۱؛ ۱۳۵۸/۸/۲۸؛ ۱۳۵۸/۱۰/۶ اور ۱۳۵۸/۱۰/۸۔

۳. صحیفہ نور، ج ۶، ص ۴۲۹۔

۴. ایضاً، جلسہ ہای ۱۳۵۸/۴/۱۰؛ ۱۳۵۸/۶/۱۴؛ ۱۳۵۸/۹/۴۔

۵. دولتہای ایران از میرزا نصراللہ خان مشیرالدولہ تا میرحسین موسوی، ص ۴۵۷، ۴۵۹۔

جماعتوں اور گروہوں کے اقدامات کا مقابلہ کرنے سمیت پولیس، فوج اور سکورٹی کے تمام امور کی سرپرستی اور ذمہ داری ان کے کاندھوں پر تھی[۱]۔

انقلابی کونسل کی جانب سے ان کی دیگر ذمہ داریوں میں سے مرکز اسناد کی ذمہ داری اور ۳ آذر ۱۳۵۸ ش. کو سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کی سرپرستی بھی تھی[۲]۔ وہ اس سے پہلے بھی انقلابی کونسل کی نمائندگی کرتے ہوئے سپاہ پاسداران کے بعض اجلاس میں شرکت کرتے تھے۔ ان کو سپاہ کا سرپرست منتخب کرنے کی وجہ سپاہ کے ادارے میں بعض اختلافات کا باقی رہنا تھا جو اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد کے ابتدائی مہینوں میں پیدا ہوئے تھے اور ثالثی کی کوششوں سے حل نہیں ہوئے تھے[۳]۔ وہ عوامی فوج خاص طور پر سپاہ کے حامیوں میں سے تھے، انہوں نے اس ادارے میں اپنی موجودگی کے عرصے میں اس میں موجود اختلافات کو دور کرنے اور اسے مناسب نظم و ضبط دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے ۵ اسفند ۱۳۵۸ ش. کو پارلیمنٹ یعنی مجلس شورای اسلامی کے پہلے دور کے انتخابات میں امیدوار نامزد ہونے کی وجہ سے سپاہ کی سرپرستی کی ذمہ داری سے استعفیٰ دے دیا[۴]۔

جمہوری اسلامی پارٹی

آیت اللہ خامنہ ای اسلامی انقلاب کی تحریک کی کامیابی کے آخری دنوں میں اور اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد انقلابی کونسل میں اپنی مؤثر موجودگی اور عبوری دور میں انقلاب کے امور کو چلانے کے ساتھ ساتھ[۵]، سید محمد حسینی بہشتی، اکبر ہاشمی رفسنجانی، سید عبدالکریم موسوی اردبیلی اور محمد جواد باہنر کے ساتھ مل کر ایک انقلابی تنظیم اور جماعت قائم کرنے کے لیے کوشش کر رہے تھے[۶]۔ ۲۹ بہمن ۱۳۵۷ ش. کو جمہوری اسلامی پارٹی کے نام سے اس جماعت کے قیام کا باقاعدہ اعلان کیا گیا لیکن اس کے قیام کی تاریخ کا تعلق مشہد میں

---

۱. شورای انقلاب اسلامی ایران، ص ۱۱۷-۱۱۸۔
۲. خلاصہ، جلسہ ۱۳۵۸/۹/۳۔
۳. رسالت، شمارہ ۹۹۷، ص ۱۰۔
۴. انقلاب و پیروزی، ص ۴۴۹۔
۵. ایضاً، ص ۱۲۵۔
۶. انقلاب و پیروزی، ص ۲۱۵، ۲۱۸۔

موسم گرما ۱۳۵۶ ش. میں ہونے والے اجلاس سے ہے جن میں جمہوری اسلامی پارٹی کے بانیوں سمیت بعض مجاہدین پہلوی حکومت کے خلاف سرگرمیوں اور اسلامی فکروسوچ کو فروغ دینے کے لیے ایک تنظیم یا جماعت قائم کرنا چاہتے تھے[۱]۔ اس بنیاد پر پارٹی نے اسلامی انقلاب کی تحریک کی کامیابی کے آخری مہینوں میں اجتماعات منعقد کرنے اور تقریروں کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا اور اس سلسلے میں آیت اللہ خامنہ ای نے اہم اور قابل ذکر سرگرمیاں انجام دیں[۲]۔

جمہوری اسلامی پارٹی کے قیام کے اسباب و دلائل میں سے بعض درج ذیل ہیں:

نو تشکیل شدہ اسلامی جمہوری نظام کی حمایت و حفاظت کے لیے منظّم جماعت کے فقدان سے پیدا ہونے والے خلا کو پر کرنا، انقلاب کو جاری رکھنے، اتحاد و یکجہتی کے تحفظ اور میدان میں عوام کی موجودگی میں مدد دینا، اسلامی جمہوری نظام کی بنیادیں رکھنا، انقلاب کی کامیابی کے بعد کے عرصے میں امام خمینی کے کردار کی مرکزیت کی حفاظت کرنا، لوگوں کے ذہنوں میں خالص اسلامی سوچ کو راسخ کرنا، لوگوں کی لحہ بہ لحہ سیاسی ہدایت و رہنمائی کرنا، اسلامی انقلاب کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے انتظامی اداروں کو افرادی قوت مہیا کرنے میں مدد دینا، اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے ہتھکنڈوں اور فریبوں کے مقابل واضح اور صحیح موقف اختیار کرنا[۳]۔ وہ پارٹی کا منشور اور دستورالعمل بنانے والوں میں شامل تھے۔ پارٹی ارکان کے فرائض و ذمہ داریوں کی تقسیم میں بھی پارٹی کے تشہیراتی اور پروپیگنڈہ شعبے کے وہ انچارج تھے[۴]۔ آیت اللہ خامنہ ای پارٹی کے بانی رکن اور مرکزی کونسل کے رکن تھے اور مجموعی طور پر پارٹی کے قیام کے زمانے میں انہوں نے زیادہ تر اس کے بارے میں وضاحت اور تشریح کا کردار ادا کیا اور پارٹی کے موقف کو تقریر اور تحریر کی شکل میں پیش کیا۔ انہوں نے مشہد میں پارٹی کا شعبہ قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور اس شعبے کے دفتر کا ۲۶ اسفند ۱۳۵۷ ش. کو افتتاح کیا۔

---

۱. جاسبی، ج ۴، ص۱۴۹۔
۲. ایضاً، ج ۴، ص۱۴۶-۱۴۷۔
۳. کارنامۂ ۴ سالۂ حزب جمہوری اسلامی از تأسیس تا تشکیل اولین کنگرہ، ص ۴-۷۔
۴. جاسبی، ج ۴، ص۱۴۶۔

پارٹی کے پہلے اور دوسرے سیکرٹری جنرل آیت اللہ بہشتی اور ڈاکٹر محمد جواد باہنر کے بعد آیت اللہ خامنہ ای شہریور ۱۳۶۰ ش. میں پارٹی کی مرکزی کونسل کی جانب سے پارٹی کے تیسرے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے[۱]۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد کے برسوں میں ۱۳۶۰ ش. کے عشرے میں اسلامی جمہوری نظام کے استحکام کے زمانے تک جمہوری اسلامی پارٹی حاکمیت کے ایک اہم رکن کی مانند رسمی سیاسی ڈھانچے سے ہٹ کر کام کر رہی تھی اور وہ اسلامی جمہوری نظام کی بنیادوں کا سہارا تھی[۲]۔ آیت اللہ خامنہ ای اسلامی جمہوری پارٹی کو نو تشکیل شدہ اسلامی جمہوری نظام کی حفاظت کے لیے ایک ضروری ادارہ سمجھتے تھے۔ اردی بہشت ۱۳۶۲ ش. کو پارٹی کی پہلی کانگرس منعقد ہوئی اور آیت اللہ خامنہ ای کو دوسری بار پارٹی کا سیکرٹری جنرل اور مرکزی کونسل[۳] اور پارٹی کی ثالثی کونسل کا رکن منتخب کیا گیا[۴]۔ وہ اپنے دور صدارت کے دوران تہران دوسرے شہروں میں جمہوری اسلامی پارٹی کے اجلاس میں شرکت کرتے تھے اور پارٹی کے اہداف و مقاصد اور ذمہ داریوں کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ دفاتر اور شعبوں کے ارکان اور پارٹی کے ارکان کے سوالوں کے جواب دیتے تھے[۵]۔

اپنی صدارت کے دوسرے دور میں بھی وہ جمہوری اسلامی پارٹی کے سیکرٹری جنرل تھے۔ اس دور میں مختلف وجوہات کی بنا پر اس کی سرگرمیاں کم ہو گئیں اور آخرکار امام خمینی کے حکم سے ۱۱ خرداد ۱۳۶۶ ش. کو پارٹی کی سرگرمیاں ختم کر دی گئیں۔

تہران کے امام جمعہ

امام خمینی نے ۲۴ دی ۱۳۵۸ ش. میں آیت اللہ خامنہ ای کو ان کے شاندار ماضی اور علم و عمل میں شائستگی کی وجہ سے تہران کا امام جمعہ مقرر کیا[۶]۔ آیت اللہ خامنہ ای نے ۲۸ دی ماہ ۱۳۵۸ ش. کو پہلی نماز جمعہ کی

۱. ہاشمی رفسنجانی، اکبر، عبور از بحران، ص ۲۶۳۔
۲. ہاشمی رفسنجانی، اکبر، آرامش و چالش، ص ۲۶۷۔
۳. خاطرات سید مرتضی نبوی، ص ۱۶۸۔
۴. جاسبی، ج ۴، ص ۳۰۰۔
۵. جمہوری اسلامی، شمارہ ۱۵۴۱، ص ۱۵؛ شمارہ ۱۵۴۳، ص ۲۔
۶. صحیفہ نور، ج ۱۲، ص ۱۱۶۔

امامت کی[1]۔ اس تاریخ سے لے کر ۶ تیر ماہ ۱۳۶۰ ش. کے واقعہ تک جب تہران کی مسجد ابوذر میں ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور اس کے نتیجے میں وہ شدید زخمی ہو گئے، (۲۱ بہمن سے لے کر ۶ اسفند ۱۳۵۹ ش. کے عرصے کے علاوہ جب وہ ایک تبلیغی دورے پر ہندوستان گئے تھے) تہران کی نماز جمعہ کی امامت کی[2]۔ اس کے بعد بھی وہ ہمیشہ اس عہدے پر رہے۔ نماز جمعہ کے بارے میں ان کا اہم اقدام ملک کے اندر اور عالم اسلام میں ائمہ جمعہ کے نیٹ ورک کو منظم کرنے کی غرض سے ائمہ جمعہ کا سمینار منعقد کرنے کی تجویز تھی اور امام خمینی کی رضامندی کے بعد مدرسہ فیضیہ قم میں پہلا سمینار منعقد ہوا اور اس کے بعد متعدد سمینار منعقد ہوئے[3]۔ انہوں نے ایک اہم اور مؤثر پلیٹ فارم کی حیثیت سے نماز جمعہ کے خطبوں میں اسلامی جمہوری کے اصولی اور اسٹریٹیجک موقف بیان کیے اور اسی طرح معاشرے کی سیاسی دانش و بصیرت اور دینی فکر و سوچ کو مضبوط بنانے کی کوشش کی. نماز جمعہ میں عربی زبان میں خطبے دینا بھی جن کا مخاطب عالم اسلام کے مسلمان تھے، ان کے خطبوں کی ایک خصوصیت تھی۔

مجلس شورای اسلامی (پارلیمنٹ) میں

آیت اللہ خامنہ ای اسفند ۱۳۵۸ ش. میں مجلس شورای اسلامی کے قانون سازی کے پہلے دور کے انتخابات میں امیدوار بنے تو جامعہ روحانیت مبارز تہران، جمہوری اسلامی پارٹی اور کئی دیگر اسلامی تنظیموں اور گروہوں پر مشتمل خطِ امام کی طاقتوں کے اتحاد نے ان کی حمایت کی[4] اور وہ تہران کے انتخابی حلقے سے جیت کر پارلیمنٹ کے رکن بنے۔ پارلیمنٹ میں وہ دفاعی امور کمیشن کے رکن اور سربراہ تھے۔ اس کمیشن کی سربراہی کے دور میں کئی بلوں، منصوبوں اور موضوعات کا جائزہ لیا گیا جن میں سے اہم ترین موضوعات، سپاہ پاسداران کی بھرتی کی ضروریات کو پورا کرنا، کردستان کا مسئلہ، سرحدی مسائل، بلوچستان کا مسئلہ اور

۱. درمکتب...، ج ۲، ص ۱-۳۔
۲. ایضاً، ۲ جم/ ۳ جم۔
۳. فرہنگ...، ص ۳۱۱۔
۴. رضوی، ص ۳۸۴۔

فوج کی تنظیم نو تھے[1]۔ پارلیمنٹ کی رکنیت کے دوران ان کے اہم ترین مواقف میں سے صدر کے عہدے کے لیے بنی صدر کی سیاسی نااہلی کی تجویز اور تحریک کی حمایت میں ان کی اہم اور مستدل باتوں کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے[2]۔ ۳۱ شہریور ۱۳۵۹ ش. کو ایران اور عراق کی جنگ شروع ہونے کے بعد اور محاذ جنگ پر موجود ہونے کی وجہ سے وہ پارلیمنٹ کے اجلاس میں کم شریک ہوئے اور ۶ تیر ۱۳۶۰ ش. کو شدید زخمی ہونے کے بعد پارلیمنٹ کے اجلاس میں بعض مواقع پر شریک ہوئے۔ مہر ماہ ۱۳۶۰ ش. میں ملک کے صدر منتخب ہونے کے بعد پارلیمنٹ کی رکنیت سے دستبردار ہو گئے۔

دفاع مقدس

آیت اللہ خامنہ ای نے ایران اور عراق کی جنگ شروع ہوتے ہی جنگ کے مسائل کو سلجھانے میں اہم اور بھرپور کردار ادا کیا۔ انہوں نے ایران پر حملہ شروع ہونے کے چند گھنٹے کے اندر ایران پر عراق کی بعثی فوج کی جارحیت کے بارے میں پہلا بیان تیار کیا اور ریڈیو کے ذریعے اسے عوام تک پہنچایا[3]۔ جنگ شروع ہونے کے دوسرے روز عراق کی فوجی جارحیت کا مقابلہ کرنے کا جائزہ لینے کے لیے فوج کے ہیڈ کوارٹر میں ہونے والے اجلاس میں انہوں نے شرکت کی اور جب یہ طے ہوا کہ ان میں سے ایک شخص مسئلے کا جائزہ لینے کے لیے محاذ جنگ پر جائے گا، تو جس پہلے شخص نے یہ تجویز قبول کی وہ آیت اللہ خامنہ ای تھے[4]۔ ۵ مہر ۱۳۵۹ کو امام خمینی کی اجازت کے بعد فوجی وردی میں محاذ جنگ پر گئے[5] تاکہ محاذ اور وہاں پر موجود ایرانی فوجیوں کے وسائل وامکانات کی صورت حال کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کریں اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے فوجیوں کو منظم اور مسلح کرنے میں مدد دیں[6]۔ اس مقصد کے تحت وہ جنوبی محاذ پر گئے اور ۱۳۶۰ ش. کے

---

۱. آشنایی با مجلس شورای اسلامی، ص ۹۰-۹۱۔
۲. خلاصہ، جلسہ ہای۱۶۶-۱۶۸۔
۳. خاطرات ماندگار، ص ۱۲۔
۴. ایضا، ص۱۱۔
۵. اطلاعات، شمارہ ۲۱۸۸۹، ص۹۔
۶. جمہوری اسلامی، شمارہ ۳۸۷، ص۱۔

موسم بہار کے وسط تک اس محاذ پر موجود رہے۔ اس کے بعد وہ مغربی محاذ پر گئے۔ تہران کی نماز جمعہ کی امامت، امام خمینی سے ملاقات اور انہیں رپورٹ پیش کرنے یا ضروری اجلاس، دوروں اور تقریروں کے علاوہ وہ مسلسل محاذ جنگ پر موجود رہے[۱]۔ انہوں نے کئی فوجی کاروائیوں یا ان کی منصوبہ بندی میں شرکت کی۔ جنگ کے میدان میں ان کی سرگرمیوں میں بسیج اور سپاہ کی فورسز کی ہتھیاروں کی ضرورت اور دیگر ضروریات پوری کرنا شامل تھا۔ محاذ جنگ پر ان کا زیادہ تر وقت ڈاکٹر مصطفیٰ چمران کی جانب سے تشکیل دی جانے والی کمیٹی کے اجلاس میں چھاپہ مار جنگوں کی منصوبہ بندی اور ان کی حمایت اور رہنمائی میں صرف ہوتا تھا[۲]۔ اس کمیٹی کے خصوصی اقدامات میں سے جس میں آیت اللہ خامنہ ای کا براہ راست کردار تھا، ٹینکوں کو تباہ کرنے کے خصوصی فوجی دستوں کی تشکیل تھی۔ خرمشہر، آبادان اور سوسنگرد کے محاذوں کو مدد کرنے میں ان کا اہم کردار تھا اور سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی اور بسیج (رضاکار فورس) جیسی عوامی فوجی طاقتوں کو مضبوط بنانے اور ان کی فنی، تکنیکی اور فوجی ضروریات کو پورا کرنے میں انہوں نے انتہائی اہم کردار ادا کیا[۳]۔ ان کی دیگر کوششوں میں محاذ جنگ اور فوجی کاروائیوں میں سپاہ اور فوج کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا شامل تھا[۴]۔

امام خمینی کے حکم سے ۲۰ مہر ۱۳۵۹ ش. کو جنگ کے تمام امور اعلیٰ دفاعی کونسل کے سپرد کر دیے گئے[۵] اور آیت اللہ خامنہ ای امام خمینی کے حکم کے مطابق ۲۰ اردی بہشت ۱۳۵۹ ش. کو اس کونسل میں ان کے نمائندے[۶] اور اس کے ترجمان بن گئے[۷]۔ اس دوران وہ جنگ کے امور اور مسائل میں امام خمینی کے مشیر

---

۱. مصاحبہ (۱۳۶۰)، ص ۷-۸۔
۲. امید انقلاب، شمارہ ۱۴۷، ص ۸-۹۔
۳. خاطرات و حکایت ہا، ج ۱۰، ص ۷-۲۰۔
۴. کیہان، شمارہ ۱۱۱۵۵، ص ۴۔
۵. صحیفہ نور، ج ۱۳، ص ۲۶۳-۲۶۴۔
۶. صحیفہ نور، ج ۱۲، ص ۲۸۱۔
۷. جمہوری اسلامی، شمارہ ۴۰۹، ص ۶۔

بھی تھے[۱]۔ وہ عام طور پر اعلیٰ دفاعی کونسل کے اجلاس کے اختتام پر کونسل کی بحثوں اور فیصلوں کے بارے میں پریس کانفرنس کرتے تھے اور کونسل کے فیصلوں سے عوام کو آگاہ کرتے تھے[۲]۔

آبادان کے محاصرہ کو توڑنے کی کاروائی میں[۳] انہوں نے براہ راست شرکت کی اور خرمشہر کے بارے میں ان کا اس بات پر یقین تھا کہ صحیح فوجی تدابیر اور اقدامات کرکے اس کے سقوط کو روکا جا سکتا ہے۔ حتیٰ انہوں نے اس سلسلے میں اس وقت کے صدر اور فوج کے کمانڈر ان چیف ابوالحسن بنی صدر کو ایک خط لکھا جس میں کہا گیا کہ اگر سوسنگرد کے ارد گرد دو بکتر بند بریگیڈ تعینات کردیے جائیں تو اس شہر کو سقوط کرنے سے روکا جا سکتا ہے لیکن بنی صدر نے اس خط پر کوئی توجہ نہیں دی[۴]۔

جنگ شروع ہونے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد بعض شخصیات اور بین الاقوامی اداروں نیز بعض ملکوں نے دونوں ملکوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اقدامات انجام دیے۔ آیت اللہ خامنہ ای کا اس سلسلے میں خیال تھا کہ جب تک عراق ایران کی اصلی شرطیں یعنی بین الاقوامی سرحدوں پر واپسی، تاوان کی ادائیگی اور حملہ آور کو سزا دینا قبول نہیں کرتا صلح پائیدار نہیں ہو گی اور اگر عراق نے یہ شرطیں قبول نہیں کیں تو ہم طاقت کے زور پر اسے اپنی سرزمین سے باہر نکال دیں گے۔ اسی طرح ان کا یہ بھی خیال تھا کہ مسلط کردہ صلح جنگ سے بدتر ہے[۵]۔ اس کے باوجود وہ امن وفود کی آمد و رفت کو اس لحاظ سے مفید سمجھتے تھے کہ یہ صدام حسین اور اس کی فوج کے جرائم کے پہلو نمایاں ہونے کا باعث بن رہی تھی اور ایران کی مظلومیت اور صدام کی جارحیت کو ثابت کرنے میں مدد دے رہی تھی[۶]۔

آیت اللہ خامنہ ای کی صدارت کے دور میں جنگ ملک کا اہم ترین موضوع اور سب سے اہم مسئلہ تھا۔ ۱۳۶۰ سے ۱۳۶۴ ش. تک جنگ کے میدان میں کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور مجموعی طور پر جنگ کے

---

۱. بنی لوحی، علی و دیگران، خبرہای شرق کارون بہ روایت فرماندہان، ص ۱۷۲-۱۷۳۔
۲. جمہوری اسلامی، شمارہ ۴۰۹، ص۶۔
۳. از جنوب لبنان تا جنوب ایران، ص ۱۷۴؛ اطلاعات، شمارہ ۱۹۱۵۳، ص۵۔
۴. مصاحبہ ہا (۱۳۶۰)، ص ۵۹۔
۵. در مکتب، ج۵۹/۸/۹۔
۶. جمہوری اسلامی، شمارہ ۵۰۹، ص۲۔

محاذوں پر توازن ایران کے حق میں ہو گیا۔ عراقی فوجیوں کو بیشتر مقبوضہ علاقوں سے باہر نکال دیا گیا اور اعلیٰ دفاعی کونسل کے صدر کی حیثیت سے آیت اللہ خامنہ ای سمیت ملک کے اعلیٰ حکام کی اتفاق رائے سے کئی فوجی آپریشنوں کی منصوبہ بندی اور ان پر عمل درآمد کیا گیا۔ ان تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی میدان میں ایران کی سفارتی موجودگی بھی زیادہ ہوئی اور اسے فعال بنایا گیا۔ انہوں نے اپنی صدارت کے آٹھ برسوں میں سے سات برسوں کا بہت سا حصہ جو جنگ کا زمانہ تھا، بین الاقوامی، اسلامی اور علاقائی اداروں یا اہم علاقائی اور بین الاقوامی شخصیات کے امن وفود کے ساتھ، کہ جو ثالثی کے مشن پر تھے، مذاکرات میں گزارا۔ صدارت کے دور میں امام خمینی کی جانب سے محاذ جنگ پر جانے کی مخالفت کی وجہ سے انہوں نے محدود دوروں اور معائنوں پر اکتفا کیا لیکن جنگ کے اختتام کے موقع پر اور قرارداد قبول کرنے کے بعد محاذوں کی ناگفتہ بہ اور خطرناک صورت حال نے انہیں امام خمینی سے اجازت لینے کے بعد عظیم تبدیلی لانے کے لیے محاذ جنگ پر جانے پر مجبور کر دیا۔

آیت اللہ خامنہ ای صدارت کے دور میں جنگ کی حمایت و پشتیبانی کی اعلیٰ کونسل کے سربراہ بھی تھے۔ یہ کونسل ۱۳۶۵ ش. میں جنگ کے خاص حالات کی بنا پر اور جنگ میں ملک کے وسائل بہتر سے بہتر طریقے سے استعمال کرنے اور جنگ کے محاذوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے سلسلے میں افرادی قوت اور وسائل کی فراہمی میں مؤثر اقدامات انجام دینے کے لیے قائم کی گئی[1]۔ امام خمینی نے ان کی درخواست کے جواب میں ۱۹ بہمن ۱۳۶۶ ش. کو اس کونسل کے فیصلوں کو جنگ کے خاتمے تک لازم الاجراء قرار دیا[2]۔

موسم گرما ۱۳۶۷ ش. میں (آیت اللہ خامنہ ای کی صدارت کے آخری برس میں) ایران کی جانب سے قرارداد ۵۹۸ کو قبول کرنے کے بعد ایران کے ساتھ عراق کی جنگ ختم ہوئی۔ ۲۶ تیر ۱۳۶۷ ش. کو آیت اللہ خامنہ ای کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں جس میں ملک کے اعلیٰ رتبہ حکام بھی شریک تھے، قرارداد ۵۹۸ قبول کرنے کی منظوری دی گئی اور امام خمینی نے بھی اس کی توثیق کر دی[3]۔ امام خمینی نے ایرانی عوام کے نام ایک پیغام میں قرارداد قبول کرنے کو ایک انتہائی تلخ اور ناگوار مسئلہ قرار دیا اور فرمایا کہ

---

۱. جمہوری اسلامی، شمارہ ۲۰۸۸۔
۲. صحیفہ نور، ج ۲۰، ص ۴۶۷۔
۳. درودیان، محمد، سیری ، مدارک فرہنگی انقلاب اسلامی ، ص ۱۶۳۔

اسے صرف اسلامی جمہوری نظام اور انقلاب کی مصلحت کی وجہ سے قبول کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا: "اس مسئلے کو قبول کرنا میرے لیے زہر سے زیادہ تلخ ہے؛ لیکن میں خدا کی رضا پر راضی ہوں اور اس کی رضا اور رضامندی کے لیے میں نے یہ زہر کا پیالہ پیا ہے۔۔۔ اس قرارداد کو قبول کرنے کا فیصلہ صرف ملکی حکام نے خود پر بھروسہ کرتے ہوئے کیا ہے اور کسی شخص یا ملک کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے"[1]۔ اس فیصلے کے بعد آیت اللہ خامنہ ای نے ملک کے صدر کی حیثیت سے ۲۷ تیر ۱۳۶۷ ش. کو اقوام متحدہ کے اس وقت کے سیکرٹری جنرل خاویر پیرز ڈیکویئار کے نام ایک خط میں ایران کی جانب سے قرارداد ۵۹۸ منظور کرنے کا اعلان کیا[2]۔

تبلیغی اور تربیتی سرگرمیاں

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے لے کر صدر منتخب ہونے تک آیت اللہ خامنہ ای کی سیاسی و مذہبی سرگرمیوں کا ایک اہم حصہ، اسلامی جمہوری نظام کو قائم کرنے اور اسے مضبوط بنانے کے سلسلے میں تبلیغی سرگرمیوں پر مشتمل تھا۔

آیت اللہ مرتضیٰ مطہری کی شہادت کے نتیجہ میں یونیورسٹی کے طلبا اور اساتذہ کے درمیان پیدا ہونے والے خلا کے بعد امام خمینی نے ۲۳ خرداد ۱۳۵۸ ش. کو یونیورسٹی طلبا کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے آیت اللہ خامنہ ای کو ایک فہیم، سمجھدار اور سنخنور شخص قرار دیا اور انہیں طلبا کے فکری و اعتقادی مسائل کو حل کرنے اور یونیورسٹیوں کے اندر اسلامی جمہوری نظام کے مخالف گروہوں اور جماعتوں خاص طور پر مارکسسٹوں کا مقابلہ کرنے کی ذمہ داری سونپی[3]۔ وہ اس تاریخ سے لے کر ۳۱ شہریور ۱۳۵۹ ش. تک یعنی ایران اور عراق کی جنگ شروع ہونے تک ہر پیر کو تہران یونیورسٹی کی مسجد میں طلبا کے اجتماع میں شرکت کرتے تھے اور نماز ظہر اور عصر کی امامت اور اس دور کے اہم مسائل کے بارے میں تقریر کرنے کے بعد ان

---

۱. صحیفہ نور، ج ۲۰، ص ۹۲-۹۵۔
۲. ولایتی، علی اکبر، تاریخ سیاسی جنگ تحمیلی عراق علیہ جمہوری اسلامی ایران، ص ۲۷۸-۲۷۹۔
۳. صحیفہ نور، ج ۸، ص ۱۳۸۔

کے فکری و سیاسی سوالوں کے جواب دیتے تھے۔ اس قسم کی نشستیں بعد میں تہران کی اہم مساجد میں بھی منعقد کی گئیں۔ ابوذر مسجد میں ان پر قاتلانہ حملے کا واقعہ بھی ایسی ہی ایک نشست کے دوران رونما ہوا[۱]۔

ان کا ایک اور اقدام ان کوششوں کا مقابلہ کرنا تھا جو عبوری حکومت کے بعض ارکان آئین کی مجلس خبرگان کو تحلیل کرنے کے لیے انجام دے رہے تھے۔ ان ارکان نے عبوری حکومت کے پندرہ وزیروں اور ارکان کے دستخط سے ایک خط تیار کر رکھا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ امام خمینی کو اطلاع دینے اور ان کی طرف سے رائے کے اظہار سے پہلے ہی مجلس خبرگان کی تحلیل کی اطلاع عوام کو دے دیں اور اگر امام خمینی نے مخالفت کی تو وہ اجتماعی طور پر استعفیٰ دے دیں[۲]۔ آیت اللہ خامنہ ای نے جو انقلابی کونسل کی جانب سے کابینہ کے اجلاس میں شرکت کرتے تھے، اجلاس میں اس خط کو پیش کیے جانے کے بعد سختی سے اس کی مخالفت کی اور اسے نشر کرنے سے پہلے امام خمینی کو اطلاع دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ امام خمینی نے اس مسئلے سے آگاہ اور باخبر ہونے کے بعد ان کی درخواست مسترد کر دی اور آئین کی مجلس خبرگان کے قانونی کام کو جاری رکھنے پر زور دیا[۳]۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کی دوسری سالگرہ کے موقع پر اسلامی تبلیغات کی اعلیٰ کونسل کے فیصلے کے مطابق اسلامی جمہوری نظام کی طرف سے مختلف وفود دنیا کے مختلف ملکوں میں بھیجے گئے تاکہ وہ دوسری قوموں خاص طور پر مسلمان قوموں کے سامنے اسلامی جمہوریہ ایران کے موقف اور نظریات اور اسلامی انقلاب کی خصوصیات بیان کریں۔ آیت اللہ خامنہ ای ہندوستان جانے والے وفد کے سربراہ تھے۔ انہوں نے ۱۳۵۹ ش. بہمن کے اواخر اور اسفند کے اوائل میں دو ہفتے تک دہلی، حیدرآباد، بنگلور[۴] اور کشمیر کے علاقے کا دورہ کیا[۵] اور اپنی تقریروں، ملاقاتوں، پریس کانفرنسوں خاص طور پر مقامی صحافیوں، یونیورسٹی کے طلبا اور اساتذہ، ہندوستان کی اسلامی شخصیات اور تنظیموں کے ساتھ ملاقات اور بات چیت میں ایران کے

---

۱. جمہوری اسلامی، شمارہ ۱۱۳، ص ۸، شمارہ ۱۸۲، ص ۱۰، شمارہ ۱۹۲، ص ۱۰۔
۲. مصاحبہ ہا (۱۳۶۰)، ۱۱۲-۱۱۴۔
۳. صحیفہ نور، ج ۱۰، ص ۳۲۰۔
۴. کیہان، شمارہ ۱۱۲۲۲، ص ۴۔
۵. جمہوری اسلامی، شمارہ ۴۹۸، ص ۳۔

اسلامی انقلاب کے حقیقی چہرے اور اسلامی جمہوری نظام اور اس کی نمایاں خصوصیات خاص طور پر عراق کے ساتھ جنگ کے اہم مسائل کو بیان کیا[1]۔ اسی طرح انہوں نے اس وقت کی ہندوستان کی وزیراعظم اندرا گاندھی سے کہ جن کا شمار اہم بین الاقوامی شخصیات میں ہوتا تھا، ملاقات اور گفتگو کی[2]۔

آزاد خیال افراد اور بنی صدر سے مقابلہ

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ابتدائی برسوں میں ایرانی معاشرے کا ایک اہم ترین مسئلہ ملک کے سرکاری سیاسی ڈھانچے میں خطِ امام کے پیرو اور لبرل سے موسوم دو اہم اور مؤثر گروپ کی موجودگی اور فعالیت تھی۔ آیت اللہ خامنہ ای سمیت امام خمینی کے بیشتر ساتھی، قریبی افراد اور مشیر خطِ امام کے پیرو گروپ میں شامل تھے۔ لبرل گروپ کا کہ جو سیاسی فکر و سوچ کے لحاظ سے خطِ امام کے پیرو گروپ سے بہت زیادہ اختلاف رکھتا تھا، نمایاں ترین چہرہ ابوالحسن بنی صدر تھا۔ آیت اللہ خامنہ ای بنی صدر کو اس تحریک کا نمائندہ سمجھتے تھے جو ملک کے اعلیٰ حکام کی سطح پر تفرقہ اور محاذ آرائی کا سبب تھی اور اس کے نتیجے میں معاشرے میں تفرقہ اور اختلاف کا باعث تھی[3] لیکن بنی صدر اور اس کی حامی اور ہم خیال تحریک کے ساتھ بنیادی اختلاف رائے کے باوجود، معاشرے میں اتحاد قائم رکھنے کے لیے اور امام خمینی کی تاکید کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ عوامی حلقوں میں اپنی مخالفت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ بعض مواقع پر آپ اس مسئلہ کو امام خمینی کے پاس لے جاتے تھے۔ آئین اور اسلامی انقلاب کی حقیقت و ماہیت سے بنی صدر کے واضح انحراف اور صدر کے عہدے کے لیے اس کے سیاسی طور پر نااہل ہونے کی تحریک پیش کیے جانے کے بعد ۳۰ خرداد ۱۳۶۰ ش. کو آیت اللہ خامنہ ای نے نااہلی کی تحریک کے حق میں مدلل اور مؤثر تقریر کی[4]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے ۱۳۵۸ سے لے کر یکم تیر ۱۳۶۰ ش. تک لبرل اور قوم پرست گروپ کے خلاف مختلف مواقع پر مخالف موقف اختیار کیا۔ انہوں نے عبوری حکومت کی جانب سے نام کی تبدیلی کے ساتھ

---

۱. کیہان، شمارہ ۱۱۲۱۸، ص ۱۲؛ جمہوری، شمارہ ۷۹۷، ص ۳۔
۲. در مکتب، ج ۳، ص ۱۱۴۔۱۱۸۔
۳. زندگی نامہ مقام معظم رہبری، ص ۱۶۶-۱۷۲۔
۴. مشروح...، دورۂ اول، جلسہ ۱۶۷۔

ایران میں امریکہ کے فوجی مشاورت کے دفتر کو باقی رکھنے کی مخالفت کی[۱]۔ وہ وزیروں اور نائب وزیروں کے انتخاب اور حکومتی دفتروں اور اداروں میں تطہیر کے مسئلے کے بارے میں ایسے افراد کے انتخاب کی مخالفت کرتے تھے جو انقلاب کے راستے پر نہیں تھے اور امریکہ کے ساتھ ساز باز کی سوچ کے حامی تھے[۲]۔

آیت اللہ خامنہ ای ۶ تیر ۱۳۶۰ ش. میں تہران کے جنوبی علاقے میں واقع ابوذر مسجد میں نماز ظہر کی امامت کے بعد تقریر کے دوران ٹیپ ریکارڈر میں نصب بم کے دھماکے میں شدید زخمی ہوگئے[۳]۔ امام خمینی نے آیت اللہ خامنہ ای کے نام پیغام میں ان پر قاتلانہ حملے کی مذمت اور آپ کی تعریف کی[۴]۔ اس قاتلانہ حملے میں آپ کے سینے، کاندھے اور دائیں بازو پر شدید زخم آئے۔ غیر سرکاری رپورٹوں میں ایران کے منافقین کی دہشت گرد تنظیم مجاہدین خلق کو اس واقعہ کا ذمہ دار قرار دیا گیا[۵]۔ آیت اللہ خامنہ ای وہ پہلے شخص تھے پر صدر اور کمانڈر ان چیف کے عہدے سے بنی صدر کی برطرفی کے بعد قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ ۱۸ مرداد ۱۳۶۰ش. کو انہیں اسپتال سے فارغ کر دیا گیا اور وہ ایک بار پھر سماج اور سیاست کے میدان میں واپس آ گئے اور ۲۶ مرداد ۱۳۶۰ ش. سے مجلس شورای اسلامی (پارلیمنٹ) کے اجلاس میں شرکت کرنا شروع کر دی[۶]۔

دور صدارت

اسلامی جمہوریہ ایران کے دوسرے صدر محمد علی رجائی کی شہادت کے بعد جمہوری اسلامی پارٹی کی مرکزی کونسل اور حوزہ علمیہ قم کے اساتذہ کی تنظیم جامعہ مدرسین نے اتفاق رائے سے اور آیت اللہ خامنہ ای کی

---

۱. مصاحبہ ہا (۱۳۶۳-۱۳۶۴)، ۱۱۴-۱۱۶۔
۲. خلاصہ، جلسہ ہای متعدد۔
۳. ہاشمی رفسنجانی، اکبر، انقلاب در بحران، ص ۱۷۶۔
۴. صحیفہ نور، ج ۱۴، ص ۵۰۴۔
۵. جرعہ نوش کوثر، ص ۲۱۷-۲۱۸۔
۶. مشروح، دورۂ اول، جلسۂ ۱۹۹۔

مخالفت کے باوجود انہیں صدارتی امیدوار کے لیے منتخب کر لیا اور امام خمینی نے جو پہلے علمائے دین کے صدر بننے کے حامی نہیں تھے، ان کے صدارتی امیدوار بننے کی منظوری دے دی[۱]۔

صدارتی امیدوار بننے اور ماہرین کی کونسل یعنی شورای نگہبان کی جانب سے ان کی اہلیت کی توثیق کے بعد مختلف گروہوں اور شخصیات نے ان کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ آیت اللہ خامنہ ای کے اہم ترین حامیوں میں خطِ امام کے گروہوں کا اتحاد شامل تھا[۲]۔ صدارتی انتخابات ۱۰ مہر ۱۳۶۰ ش. کو منعقد ہوئے اور آیت اللہ خامنہ ای اکثریتی ووٹ (۱۱-۹۵٪) حاصل کر کے صدر منتخب ہو گئے[۳]۔ ۱۷ مہر ۱۳۶۰ ش. کو امام خمینی نے ان کی صدارت کی توثیق کر دی[۴] اور انہوں نے ۲۱ مہر کو مجلس شورای اسلامی میں اسلامی جمہوریہ ایران کے تیسرے صدر کی حیثیت سے حلف لیا[۵]۔

۲۷ مہر ۱۳۶۰ ش. کو انہوں نے علی اکبر ولایتی کا نام جو جمہوری اسلامی پارٹی کی مرکزی کونسل کے رکن اور خط امام کے پیروؤں میں شامل تھے، وزیراعظم کے طور پر مجلس شورای اسلامی میں پیش کیا[۶]۔ لیکن وہ ۳۰ مہر ۱۳۶۰ ش. کو ہونے والی ووٹنگ میں مطلوبہ ووٹ حاصل نہ کر سکے[۷]۔ ۴ آبان ۱۳۶۰ ش. کو نے جمہوری اسلامی کی مرکزی کونسل کے رکن، اخبار جمہوری اسلامی کے ایڈیٹر انچیف اور رجائی، باہنر اور مہدوی کنی کی حکومتوں میں وزیر خارجہ میر حسین موسوی کا نام[۸] وزیراعظم کے طور پر مجلس شورای اسلامی میں پیش کیا[۹]۔ انہوں نے ٦ آبان ۱۳۶۰ ش. کو مجلس کے اراکین کی اکثریت کے ووٹ حاصل کر لیے[۱۰]۔

---

۱. زوایای جام جم، ص ۵۴۳-۵۴۴۔
۲. جمہوری اسلامی، شمارہ ٦٦٧، ٦٦٨، ٦٦٩، ٦٧٠، ٦٧١، ص ۱، ۱۱۔
۳. ایضاً، شمارہ ٦٧٨، ص ۱۱۔
۴. صحیفہ نور، ج ۱۵، ص ۲۷۸۔
۵. مشروح، دورۂ اول، جلسۂ ۲۲۴۔
٦. ایضاً، جلسۂ ۲۲٦۔
۷. ایضاً، جلسۂ ۲۲۷۔
۸. دولتہای ایران از میرزا نصراللہ خان مشیرالدولہ تا میر حسین موسوی، ص ۴٦۱، ۴٦۷، ۴۷۲، ۴۸۲۔
۹. مشروح، دورۂ اول، جلسۂ ۲۲۹۔
۱۰. ایضاً، جلسۂ ۲۳۰۔

آیت اللہ خامنہ ای نے اپنی صدارت کا دور ایک ایسے وقت میں شروع کیا جب صدارتی دفتر کا نظام اور انتظام مناسب نہیں تھا۔ اپنے قانونی فرائض کی انجام دہی میں صدر کی مدد کے لیے مشاورتی گروپ اور ورکنگ گروپ تشکیل نہیں دیے گئے تھے جس سے صدر کو کام کرنے میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ صدارتی دفتر میں کئی مشاورتی اور ورکنگ گروپ قائم کیے گئے[1]۔ آیت اللہ خامنہ ای نے ابتدا میں اپنی کوششیں صدارتی دفتر کے لیے نظام بنانے پر مرکوز کیں۔ بعد میں صدر کے فرائض و ذمہ داریوں کی تشریح میں ابہام اور پہلے دور صدارت کے دوران خاص طور پر وزیر اعظم کے ساتھ تعاون کے سلسلے میں ان میں کمی ہونے کی وجہ سے، صدر کے اختیارات کا قانون تیار کیا گیا اور ۱۶ اردی بہشت ۱۳۶۵ ش. کو مجلس شورای اسلامی نے اس کی منظوری دی[2]۔

آیت اللہ خامنہ ای کے پہلے چار سالہ دور صدارت میں ان کے اہم پروگرام درج ذیل تھے:

مسلط کردہ جنگ سے متعلق امور کا جائزہ لینا اور اقدام کرنا، مرکز سے دور افراد اور مستضعفین (کمزور طبقات) کی حمایت میں اقتصادی پالیسیاں تیار کرنا اور ان پر عمل درآمد کرنا، ایرانی عوام کی دفتری، سماجی اور سیاسی زندگی کے تمام شعبوں میں نمود و نمائش کا خاتمہ، ٹیکنیک سے لے کر فن و ہنر تک تمام میدانوں میں انسانی استعداد و صلاحیت سے استفادہ کرنا، عوام کی بہتر اور مؤثر خدمت کے لیے دفتری اور عدالتی اور سماجی سلامتی فراہم کرنا، کسی بھی فکر و سوچ کے حامل اسلامی جمہوری نظام کے وفادار تمام افراد کی آزادی اور سلامتی کا تحفظ کرنا[3]۔

دوسرے چار سالہ دور میں بھی پہلے دور صدارت کے پروگرام جاری رہنے کے ساتھ ساتھ کہ جن میں مسلط کردہ جنگ سر فہرست تھی، درج ذیل پروگرام بھی آیت اللہ خامنہ ای کے اہم پروگراموں میں شامل تھے:

صدر کے اختیارات کے بل کی تدوین، حکومت کے اختیارات کم کرکے بہت سے امور عوام کے حوالے کرنا، عوام کی زندگی اور معاشرے میں موجود طویل غربت کا خاتمہ، عوام میں زرعی زمینوں کی تقسیم، حکومتی صنعتوں کو نجی شعبے کے حوالے کرنا، ملازمین اور مزدوروں کو کارخانوں میں شریک بنانا، غیر پٹرولیم

---

۱. خاطرات...، ص ۷۔
۲. مشروح، دورۂ دوم، جلسۂ ۲۶۸۔
۳. حاج سید جوادی، فرید، روایت انتخابات، ص ۱۰۳، ۱۰۴۔

برآمدات میں اضافہ اور تیل کی آمدنی پر حکومت کے انحصار کو کم کرنا، ملک کی ثقافتی پالیسی کو ثقافتی استقلال اور خود مختاری کی جانب لے جانا[۱]۔

خارجہ پالیسی اور تعلقات کے میدان میں ان کے پروگرام کچھ اس طرح تھے

دنیا کے ہر ملک کے بارے میں خود مختار اور متوازن پالیسی اختیار کرنا اور ملک اور نظام کی مصلحت اور مفاد کی بنیاد پر ٹھوس اور واضح فیصلہ کرنا، مشرق اور مغرب سے عدم وابستگی[۲]، دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان وحدت و اتحاد کو اہمیت دینا، عالمی طاقتوں سے دنیا کے مسلمانوں کے حقوق واپس لینے کے لیے سنجیدہ کوششیں کرنا اور علاقے میں بڑی طاقتوں کے تسلط کے لیے انجام پانے والے ہر قسم کے اقدام کا مسلسل مقابلہ کرنا، مسئلہ قدس اور فلسطین کے دیگر مقبوضہ علاقوں کیلئے سنجیدہ اقدام کرنا، دشمنوں اور لٹیروں کے سدراہ کی حیثیت سے بین الاقوامی میدان میں اصل اور مالا مال اسلامی ثقافت کی جانب بازگشت، بین الاقوامی میدانوں میں مؤثر موجودگی اور فعالیت میں اضافہ[۳]۔

آیت اللہ خامنہ ای پہلے چار سالہ دور صدارت میں مشکلات و مسائل اور وزیر اعظم اور کابینہ کے بعض ارکان کے ساتھ اختلاف نظر کے تجربے کے پیش نظر دوسری بار صدارتی انتخابات میں حصہ لینا نہیں چاہتے تھے لیکن جب امام خمینی نے اسے ان کی شرعی ذمہ داری قرار دیا تو انہوں نے صدارتی انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور امام خمینی سے درخواست کی کہ وزیر اعظم کے انتخاب میں انہیں اختیار حاصل ہو اور امام نے بھی یہ قبول کیا[۴]۔

دوبارہ صدر منتخب ہونے کے بعد اور وزیر اعظم کے انتخاب سے قبل جب یہ معلوم ہوا کہ آیت اللہ خامنہ ای وزیر اعظم کی جانب سے ملک کا انتظام چلانے کی صورت حال پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے کسی اور شخص کا نام وزیر اعظم کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں تو بعض فوجی حکام نے امام خمینی کے پاس جا کر اس بات کا اظہار کیا کہ جنگ کے محاذوں پر پیشرفت اور پیش قدمی انجینئر میر حسین موسوی کے دوبارہ وزیر اعظم بننے پر

---

۱. جمہوری اسلامی، شمارہ ۱۷۹۹، ص ۱۰-۱۱۔
۲. نوازنی، بہرام، گاہ شمار سیاست خارجی ایران از دی ماہ ۱۳۵۶ تا مرداد ماہ ۱۳۶۷، ج۱، ص ۲۹۸، ۳۰۰، ۳۳۹، ۳۹۲۔
۳. علی بابائی، ج ۶، ص ۱۳۰۔
۴. ہاشمی رفسنجانی، اکبر، امید و دلواپسی، ص ۲۲-۲۳؛ جرعہ نوش، ص ۲۳۷۔

منحصر ہے۔ امام خمینی نے بھی جنگ کی مصلحت کی وجہ سے ان کی رائے قبول کی اور آیت اللہ خامنہ ای کو حکم دیا کہ وہ انجینئر میر حسین موسوی کا نام وزیر اعظم کے طور پر پیش کریں۔ آیت اللہ خامنہ ای نے امام کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور اپنی مخالفت کے باوجود، ان کا نام پارلیمنٹ میں پیش کیا[1]۔ آیت اللہ خامنہ ای کے دوسرے دور صدارت میں صدر اور وزیر اعظم کے اختلافات بدستور جاری رہے اور کابینہ کے ارکان کے انتخاب جیسے مواقع پر ان میں شدت بھی آئی۔

۸ شہریور ۱۳۶۲ ش. کو آیت اللہ خامنہ ای کو امام خمینی کے حکم کے مطابق ثقافتی انقلاب کے ادارے میں پہلی ترمیم کی ذمہ داری سونپی گئی۔ امام خمینی نے یہ حکم یونیورسٹیوں کے کھلنے کی مناسبت سے آیت اللہ خامنہ ای کی درخواست کے جواب میں جاری کیا[2]۔ اسی طرح انہوں نے ثقافتی انقلاب کے ادارے میں دوسری ترمیم امام خمینی کے حکم کی بنیاد پر ۱۹ آذر ۱۳۶۳ ش. کو انجام دی[3]۔ اس ترمیم میں ثقافتی انقلاب کا نام تبدیل کرکے ثقافتی انقلاب کی اعلیٰ کونسل رکھ دیا گیا اور صدر اس کے سربراہ بن گئے[4]۔ آیت اللہ خامنہ ای تیر ماہ ۱۳۶۸ ش. تک یعنی اپنے دوسرے دور صدارت کے آخر تک اس عہدے پر باقی رہے اور اس دوران انہوں نے ملک کی اہم ثقافتی پالیسیوں کو مرتب کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا[5]۔

آیت اللہ خامنہ ای کے آٹھ سالہ دور صدارت میں ایران کی خارجہ پالیسی اور ڈپلومیسی بہت زیادہ فعال ہو گئی۔ خارجہ پالیسی اور تعلقات میں توسیع اور فروغ کا ایک اہم سبب، تعلقات کو فروغ دینے کے لیے صدر مملکت کے مختلف ملکوں کے دورے تھے جو پہلے صدارتی دور میں شروع ہوئے اور دوسرے دور میں ان میں اضافہ ہوا[6]۔ انہوں نے اپنے دور صدارت میں ۱۵ سے ۲۰ شہریور ۱۳۶۳ ش. تک شام، لیبیا اور الجزائر اور دوسرے دور میں ۲۳ دی ماہ سے ۳ بہمن ۱۳۶۴ ش. تک ایشیائی اور افریقی ممالک، پاکستان،

---

۱. ایضا، ص ۲۲-۲۳؛ جرعہ نوش، ص ۲۳۷۔
۲. صحیفہ نور، ج ۱۸، ص ۸۳-۸۴۔
۳. ایضاً، ج ۱۹، ص۱۱۰، ۱۱۱۔
۴. بیست سال...، ص ۷-۸۔
۵. صحیفہ نور، ج ۱۹، ص۱۷۱، ۳۱۶؛ ج ۲۱، ص۱۴۸، ۳۴۳؛ نک: بیست سال، جم۔
۶. آرشیو مرکز پژوہش...، پروندہ ہای دورۂ ریاست جمہوری آیت اللہ خامنہ ای۔

تنزانیا، زمبابوے، انگولا اور موزمبیک کا دورہ کیا۔ ۱۱ سے ۱۵ شہریور ۱۳۶۵ ش. تک ہرارے میں ہونے والے ناوابستہ تحریک کے آٹھویں سربراہی اجلاس میں شرکت کے لیے ایک بار پھر انہوں نے زمبابوے کا دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران انہوں نے سربراہی اجلاس میں تقریر کی اور ناوابستہ تحریک کے رکن ممالک کے بعض سربراہوں سے ملاقات اور گفتگو کی[1]۔ ۲ سے ۶ اسفند ۱۳۶۷ ش. تک انہوں نے یوگوسلاویہ اور رومانیہ[2] اور ۱۹ سے ۲۶ اردی بہشت ۱۳۶۸ ش. تک چین اور شمالی کوریا کا دورہ کیا[3]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے ۳۱ شہریور ۱۳۶۶ ش. کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے بیالیسویں اجلاس میں شرکت کی اور اپنی تقریر میں دنیا کے سربراہوں کے لیے اسلامی جمہوریہ ایران کے اصولی موقف اور نظریات کی وضاحت کی۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر کی یہ پہلی شرکت تھی[4]۔ اقوام متحدہ کے دورے میں ایک اہم بات نیویارک میں مقیم ایرانیوں اور مسلمانوں اور اسی طرح بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کی جانب سے ان کا عظیم الشان استقبال اور اسلامی انقلاب اور مسلط کردہ جنگ کے حالات اور ایران کے بارے میں عالمی سامراج کی پالیسیوں کو بیان کرنے کے لیے ان کی سرگرمیوں کی بھرپور کوریج تھی۔ نیویارک کے مسلمانوں کی نماز جمعہ کی امامت اور اس کے خطبوں میں تقریر بھی اس دورے کی اہم اور نمایاں بات تھی۔

خارجہ پالیسی کے میدان میں آیت اللہ خامنہ ای کے دیگر اقدامات میں سے افغانستان، عراق اور لبنان میں شیعہ سیاسی گروہوں کے ساتھ گہرا رابطہ قائم کرنا اور ان کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے نیز مجلس اعلای انقلاب اسلامی عراق کی تشکیل کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے ان کے درمیان اختلافات کو ان کے مشترکہ دشمن کے خلاف وحدت واتحاد میں تبدیل کر دیا۔ افغانستان کی آٹھ جماعتوں پر مشتمل حزب وحدت اسلامی کی تشکیل کہ جس نے ان کی نقصان دہ محاذ آرائی کا خاتمہ کر دیا اور مجلس اعلای انقلاب اسلامی عراق کی تشکیل اس کے اہم مصادیق میں سے ہے۔ اس دور میں ایران کی جانب سے لبنان، فلسطین،

---

۱. جمہوری اسلامی، شمارہ ۱۹۲۱، ص ۱۲۔
۲. ایضاً، شمارہ ۲۸۲۶، ص ۱۲، شمارہ ۲۸۲۷، ص ۱۱۔
۳. ایضاً، شمارہ ۲۸۸۶، ص ۱۲؛ شمارہ ۲۸۸۹، ص ۲۔
۴. ایضاً، شمارہ ۲۴۱۳، ص ۱۰۔

عراق اور افغانستان میں اسلامی مجاہدین کی حمایت میں اضافہ ہوا اور ایران کی حمایت و پشت پناہی نے ان ملکوں میں اسلامی گروہوں اور جماعتوں کو علاقائی اور بین الاقوامی پوزیشن عطا کی۔

عوام کے مختلف طبقات سے ملاقات، مختلف اداروں کا معائنہ، منصوبوں کی افتتاحی تقریب میں شرکت، کانفرنسوں میں شرکت اور صوبوں کے دورے، اپنے دور صدارت میں آیت اللہ خامنہ ای کے پروگراموں اور اقدامات میں شامل تھے۔ عوام خاص طور پر شہداء کے اہل خانہ کے ساتھ رابطے اور تعلق کو قائم رکھنا، دور صدارت میں آیت اللہ خامنہ ای کی بنیادی حکمت عملی میں شامل تھا۔ اس بنیاد پر مختلف مناسبتوں اور مواقع پر عوامی ملاقاتیں اور شہداء کے اہل خانہ سے ملاقات خاص طور پر ان کے گھروں میں جانا ان کے مستقل پروگراموں میں شامل تھا اور حکمرانوں اور عوام کے تعلق اور رابطے کے سلسلے میں یہ ان کا اہم اقدام شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح عوام کے مختلف طبقات خصوصاً کمزور اور پسماندہ طبقے سے ملاقات کے مقصد سے ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں کے دورے، قریب سے ان کی مشکلات اور مسائل سے آگاہی، مقامی حکام کے اختلافات کو دور کرنا، سپاہ انقلاب اور فوج کے تعاون اور جنگ سے متعلق مسائل کا جائزہ لینا، شہروں اور دیہاتوں کے علماء اور اہم شخصیات سے ملاقات، اقتصادی مسائل و مشکلات کا جائزہ لینا اور ان جیسے دیگر اقدامات، ان کے اہم اقدامات شمار ہوتے ہیں اور یہ مسلسل جاری رہے اور انتہائی مؤثر ثابت ہوئے۔

۱۶ دی ۱۳۶۶ ش. کو امام خمینی نے آیت اللہ خامنہ ای کے نام ایک خط میں، ولایت فقیہ اور اسلامی حکومت کے اختیارات کی حدود کے بارے میں تہران کی نماز جمعہ کے خطبوں میں ان کے بیانات کے تناظر میں، اسلامی حکومت کو اسلام کے احکام اولیہ میں سے اور تمام فرعی احکام پر مقدم قرار دیا اور فرمایا کہ ولایت فقیہ مطلقہ ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے امام خمینی کے خط کے جواب میں، امام خمینی کے نقطۂ نظر سے اپنی اعتقادی اور عملی پیروی اور اتباع کا اعلان کیا۔ اسی طرح امام خمینی کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز جمعہ کے خطبوں میں اپنے بیانات کے مقصد اور مطلوب کے بارے میں انہیں آگاہ کیا۔ امام خمینی نے بھی اسی روز اس خط کا جواب دیا اور آیت اللہ خامنہ ای کی تعریف کرتے ہوئے خط میں لکھا کہ: ”میرا آپ سے انقلاب سے پہلے کے برسوں سے قریبی رابطہ اور تعلق رہا ہے اور یہ تعلق بحمد اللہ ابھی تک قائم و باقی ہے، میں آپ کو اسلامی جمہوریہ کا ایک مضبوط اور توانا بازو سمجھتا ہوں اور آپ کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں جو فقہی مسائل سے آگاہ اور ان کا پابند ہے اور ولایت مطلقہ فقیہ سے متعلق بنیادی فقہی اصولوں کی سخت حمایت و طرفداری کرتا

ہے، اور آپ ان نادر اور گنے چنے افراد میں سے ہیں جو اسلام اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کی پابندی کی وجہ سے آفتاب کی مانند روشنی پھیلاتے ہیں"[۱]۔

مختلف بلوں کی منظوری میں مجلس شورای اسلامی (پارلیمنٹ) اور مجلس خبرگان (ماہرین کی کونسل) کے اختلافات کے بعد امام خمینی نے (آیت اللہ خامنہ ای سمیت) ملکی حکام کے خط کے جواب میں ۱۷ بہمن ۱۳۶۶ ش. کو مجمع تشخیص مصلحت کی تشکیل سے اتفاق کیا[۲]۔ اس کے مطابق آیت اللہ خامنہ ای مجمع تشخیص مصلحت کے پہلے سربراہ بنے[۳]۔ وہ اپنے دور صدارت کے اختتام تک اس عہدے پر فائز رہے[۴]۔

آیت اللہ خامنہ ای اپنے آٹھ سالہ دور صدارت میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد کے برسوں کی مانند امام خمینی کے ایک قریبی ساتھی، مشیر اور قابل اعتماد فرد تھے۔ اسی بنا پر امام خمینی نے بہت سے مواقع پر صدر کے فرائض سے ہٹ کر انہیں کئی ذمہ داریاں سونپیں یا مختلف امور اور مسائل میں ان کی تجاویز قبول کیں؛ اور ۱۵ فروردین ۱۳۶۲ ش. کو فوج اور سپاہ انقلاب کے امور ان کے سپرد کیے[۵]۔ امام خمینی نے یکم آبان ۱۳۶۲ ش. کو آیت اللہ خامنہ ای کو امریکہ اور دیگر ملکوں سے ایران کی دولت اور رقم واپس لینے کی ذمہ داری سونپی[۶]۔ اسی سال یکم آذر کو انہوں نے فوج کی اطلاعات کی حفاظت کا ادارہ تشکیل دینے کے لیے آیت اللہ خامنہ ای کی تجویز منظور کی[۷]۔ ۹ دی ۱۳۶۲ ش. کو تعزیرات کے بل کا دوبارہ جائزہ لینے کی ذمہ داری ان کو سونپی گئی[۸]۔ امام خمینی نے ۲۳ بہمن ۱۳۶۷ ش. کو آیت اللہ خامنہ ای کو مامور کیا کہ وہ سپریم جوڈیشل کونسل کے ارکان کو دعوت دیں کہ وہ ملک کے تینوں بڑے اداروں کے سربراہی اجلاس میں شرکت کریں

---

۱. صحیفہ نور، ج ۲۰، ص ۴۵۲، ۴۵۵۔
۲. ایضاً، ج ۲۰، ص ۴۶۳، ۴۶۵۔
۳. گفت و گو با...، ص ۵۲۔
۴. ایضاً، ص ۶۸-۶۹۔
۵. صحیفہ نور، ج ۱۷، ص ۳۹۷۔
۶. ایضاً، ج ۱۸، ص ۱۸۸۔
۷. ایضاً، ص ۲۲۸۔
۸. ایضاً، ص ۲۷۲۔

اور اس کونسل کے کام کو بہتر بنانے کے لیے کام کی تقسیم کے بارے میں اپنی تجاویز پیش کریں[۱]۔ بالآخر انہوں نے تینوں اداروں کے سربراہی اجلاس میں جائزہ لیے جانے والی تجویز کی بھی منظوری دی[۲]۔ ۴ ۱۳۶۷ ش. کو بھی امام خمینی نے ایک خط میں انہیں ایران میں مقیم عراقی باشندوں کے مسائل کا جائزہ لینے اور انہیں حل کرنے کا انچارج بنایا[۳]۔

امام خمینی نے ۴ اردی بہشت ۱۳۶۸ ش. کو آیت اللہ خامنہ ای کو مخاطب کرتے ہوئے آیت اللہ خامنہ ای سمیت بیس افراد پر مشتمل ایک وفد معین کیا تاکہ وہ مجلس شورای اسلامی کی طرف سے منتخب کردہ پانچ ارکان پارلیمنٹ کے ہمراہ آئین کا جائزہ لینے کی کونسل تشکیل دے اور پانچ موضوعات اور مسائل میں آئین پر نظرثانی اور اس کی تکمیل کا کام کرے[۴]۔ اس کونسل کی تشکیل کے بعد آیت اللہ مشکینی اس کے آیت اللہ خامنہ ای سینیئر نائب صدر اور اکبر ہاشمی رفسنجانی نائب صدر منتخب ہوئے[۵]۔ اس کونسل نے اپنے اجلاس کے دوران پانچ اصلی موضوعات اور امور: رہبر کی شرائط، عدلیہ اور انتظامیہ میں تمرکز، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ادارے کی انتظامیہ میں تمرکز، مستقبل میں آئین کے ممکنہ جائزے کے طریقہ کار اور مجلس شورای اسلامی (پارلیمنٹ) کے ارکان کی تعداد، کے بارے میں بحث کی اور ان کا جائزہ لیا اور اس بارے میں فیصلہ کیا گیا[۶]۔ یہ اجلاس امام خمینی کی رحلت کے بعد تک جاری رہے۔

رہبری اور قیادت کا دور

بانی انقلاب اسلامی امام خمینی کی رحلت کے بعد اسلامی جمہوری نظام کے رہبر کے طور پر آیت اللہ خامنہ ای کا انتخاب اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد کے دور میں ایران کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔

---

۱. ایضاً، ج ۲۱، ص ۲۵۸
۲. ایضاً، ۲۶۴
۳. ایضاً، ص ۳۱۵
۴. ایضاً، ص ۳۶۳-۳۶۴
۵. صورت مشروح مذاکرات شورای بازنگری قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران، ج ا، ص ۱-۲۹
۶. صورت مشروح مذاکرات شورای بازنگری قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران ج ۱- ص ۴

۱۴ خرداد ۱۳۶۸ ش. کو ایک ایسے وقت میں کہ جب حکام امام خمینی کے جسد خاکی کی تکفین وتدفین کی تیاری کر رہے تھے، حکومتی اور فوجی حکام کی موجودگی میں صدر مملکت آیت اللہ خامنہ ای نے امام خمینی کا سیاسی ـالٰہی وصیت نامہ پڑھ کر سنایا۔ رہبر کے انتخاب کی کونسل مجلس خبرگان رہبری نے اسی روز عصر کے وقت ایک اجلاس منعقد کیا تاکہ اسلامی جمہوری نظام کے لیے رہبر یا قیادت کونسل کا انتخاب کیا جائے۔ ۱۳۵۸ ش. میں پاس ہونے والے آئین کے آرٹیکل ۱۰۷ کے مطابق رہبر کا انتخاب مجلس خبرگان کے ارکان کی ذمہ داری ہے۔ رہبر یا قیادت کونسل کی بحث میں مجلس خبرگان کے اکثر ارکان نے قیادت کونسل کے حق میں ووٹ نہیں دیا اور جب رہبر کے انتخاب کی بحث سامنے آئی تو آیت اللہ خامنہ ای کا نام پیش کیا گیا۔ مجلس خبرگان کے بعض ارکان نے کہ جو امام کی رحلت کے بعد اسلامی جمہوری نظام کے رہبر کے لیے آیت اللہ خامنہ ای کی صلاحیت پر مبنی امام خمینی کی نظر کے بارے میں کہ جو امام خمینی نے ملکی اداروں کے سربراہوں، وزیراعظم اور حاج سید احمد خمینی کی موجودگی میں بیان کی تھی، اجمالی طور پر اطلاع رکھتے تھے، عینی شاہدین اور گواہوں سے اس بارے میں وضاحت کے لیے کہا۔ امام خمینی کی اس نظر کو نقل کرنے والے دو گواہوں نے جو خود بھی مجلس خبرگان کے رکن تھے، اس بات کی تصدیق کی کہ امام نے ایسا کہا تھا۔ اسی طرح آیت اللہ خامنہ ای کے چین اور شمالی کوریا کے دورے کے دوران امام خمینی کی اس بات کو بھی واسطہ کے ساتھ نقل کیا گیا کہ آیت اللہ خامنہ ای رہبر بننے کی شائستگی اور لیاقت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ووٹنگ کی گئی اور مجلس خبرگان کے ارکان کی اکثریت نے امام خمینی کی نظر اور آیت اللہ خامنہ ای کی دینی، علمی اور سیاسی صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں اسلامی جمہوری نظام کا رہبر منتخب کر لیا[۱]۔ آیت اللہ خامنہ ای نے خود اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں: جب تک میں نے انتخاب کے موضوع کو متعین نہ جانا، میں اسے قبول کرنے سے گریز کر رہا تھا[۲]۔ آئین پر نظرثانی اور ریفرنڈم انجام پانے کے بعد مجلس خبرگان رہبری نے ایک بار پھر نئے آئین کی بنیاد پر ان کی رہبری کے بارے میں ووٹنگ کی اور واضح اکثریت نے ایک بار پھر ان کو نظام کے رہبر کے طور پر منتخب کر لیا۔

---

۱. چگونگی...، ص ۱۸؛ بازسازی وسازندگی، ص ۱۴۹-۱۵۱

۲. حدیث، ج ۱، ص ۱۸۲-۱۸۳

آیت اللہ خامنہ ای کی قیادت ورہبری کے سلسلے میں امام راحل کی نظر ان امور پر استوار تھی:

اسلامی حکومت کے قیام کے لیے طویل جدوجہد، اسلامی انقلاب اور اسلامی جمہوری نظام پر پختہ اور روشن یقین، اسلامی جمہوری نظام کے قیام کے لیے ایک دہائی سے زائد عرصے پر محیط بھرپور سیاسی، انتظامی اور ثقافتی سرگرمیاں، دینی روشن خیالی، بنیادی دینی تعلیمات پر علمی تسلط اور عبور، فردی اور اجتماعی رویہ اور زہد و تقویٰ۔ امام خمینی نے مختلف مواقع پر اسلامی جمہوری نظام کی خدمت کے راستے میں آیت اللہ خامنہ ای کے کام اور خدمات، فرض شناسی اور لیاقت واہلیت کی تائید کی تھی۔ انہوں نے ۷ تیر ۱۳۶۰ ش. میں آیت اللہ خامنہ ای پر قاتلانہ حملے کی مناسبت سے اپنے پیغام میں فرمایا: "اب انقلاب کے دشمنوں نے آپ پر کہ آپ رسول اکرم ﷺ کی اولاد اور حسین ابن علی علیہما السلام کے خاندان میں سے ہیں اور اسلام اور اسلامی ملک کی خدمت کرنے کے علاوہ آپ کا کوئی اور جرم نہیں ہے اور آپ جنگ کے محاذ پر فداکار سپاہی، محراب میں درس دینے والے معلم، جمعہ و جماعات میں بہترین خطیب اور انقلاب کے میدان میں ایک ہمدرد رہنما ہیں، قاتلانہ حملہ کرکے آپ کی سیاسی فکر و سوچ کی بلندی، عوام کی حمایت و طرفداری اور ظالموں اور ستمگروں کی مخالفت کو ثابت کر دیا۔ انہوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کر کے پورے ملک بلکہ دنیا میں لاکھوں مومن انسانوں کے جذبات کو مجروح کیا۔ وہ سیاسی بصیرت سے اس قدر بے بہرہ ہیں کہ مجلس اور جمعہ میں آپ کی تقریر کے بعد بلا جھجھک اور ملت کے سامنے اس جرم کا ارتکاب کر ڈالا، انہوں نے اس شخص پر قاتلانہ حملہ کیا جس کی صلاح و اصلاح کی دعوت کی آواز دنیا کے مسلمانوں کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ میں عزیز خامنہ ای آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ محاذ جنگ پر فوجی لباس میں اور محاذ جنگ کے پیچھے علماء کے لباس کے ساتھ اس مظلوم قوم کی خدمت کی اور خداوند متعال سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت جاری رکھنے کے لیے آپ کی صحت و سلامتی کی دعا کرتا ہوں"[۱]۔ امام خمینی نے ۸ شہریور ۱۳۶۵ ش. کو سیاسی افراد اور شخصیات کو نصیحت کی کہ وہ اپنی باتوں میں مستقل عیب تلاش کرنے کے بجائے آیت اللہ خامنہ ای کی طرح بنیں جو ہمیشہ دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور اپنی خدمات پر اتراتے نہیں ہیں[۲]۔

---

۱. صحیفہ نور، ج ۱۴، ص ۵۰۴

۲. ایضاً، ج ۲۰، ص ۱۲۷

حجت الاسلام والمسلمین سید احمد خمینی نے جو امام خمینی کے قریبی ترین فرد، فرزند اور مکمل طور پر قابل اعتماد تھے، نقل کیا ہے کہ امام نے آیت اللہ خامنہ ای کے غیر ملکی دورے کے بعد کہا: "بے شک یہ قیادت و رہبری کی لیاقت واہلیت رکھتے ہیں"[۱]۔ امام خمینی کی بیٹی زہرا مصطفوی نے بیان کیا ہے کہ جب انہوں نے امام خمینی سے نظام کے آئندہ رہبر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے آیت اللہ خامنہ ای کا نام لیا اور جب آیت اللہ خامنہ ای کے علمی مقام و مرتبے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے آیت اللہ خامنہ ای کے اجتہاد کی تائید کی[۲]۔

آیت اللہ ہاشمی رفسنجانی نے بھی نقل کیا ہے کہ جب امام خمینی آیت اللہ منتظری کو آئندہ قیادت و رہبری سے ہٹانا چاہتے تھے تو ایک اجلاس میں جو امام کے گھر پر منعقد ہوا اور اس میں تینوں اداروں کے سربراہ، وزیراعظم (میر حسین موسوی) اور حاج سید احمد خمینی شریک تھے، رہبر کے جانشین کے بارے میں بحث ہوئی، امام نے نظام کے آئندہ رہبر کے لیے آیت اللہ خامنہ ای کا نام لیا۔ انہوں نے اسی طرح بیان کیا ہے کہ انہوں نے امام راحل کے ساتھ ایک خصوصی نشست میں مستقبل میں قیادت ور رہبری کی صورت حال کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا اور امام نے جواب میں آیت اللہ خامنہ ای کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "آپ تعطل کا شکار نہیں ہوں گے، ایسا فرد آپ کے درمیان ہے آپ کو خود کیوں پتہ نہیں ہے؟"[۳]۔

بلاشبہ آیت اللہ خامنہ ای کے نظام کے رہبر کے طور پر انتخاب کا زمانہ خاص اہمیت اور حساسیت کا حامل تھا۔ امام خمینی کی بیماری کے بعد جو تشویش پیدا ہوئی تھی وہ ان امور سے عبارت تھی:

۱۔ امام خمینی کے بعد کے دور میں ملک کا انتظام چلانا[۴]؛
۲۔ آئین پر نظر ثانی اور اصلاح کا نامکمل ہونا؛
۳۔ عراق کی جانب سے جنگ بندی کی مسلسل خلاف ورزی کے پیش نظر، عراق، امریکہ اور منافقین کے حملے یا فوجی سرگرمیوں اور جنگ میں خود کو کامیاب اور فاتح قرار دینے کے لیے ان کے وسیع پروپیگنڈے پر تشویش؛ ۴۔ خارجہ پالیسی کے میدان میں کتاب شیطانی آیات کی اشاعت کی سازش سے پیدا ہونے

---

۱. جرعہ نوش، ص ۲۶۵
۲. جمہوری اسلامی، شمارہ ۵۳۵۲، ص ۲
۳. مرجعیت...، ص ۷۰
۴. جمہوری اسلامی، شمارہ ۲۹۰۵، ص ۱۴-۱۵

والے بحران کا جاری رہنا اور اس کے مصنف سلمان رشدی کے مرتد ہونے پر مبنی امام خمینی کا تاریخی فتویٰ کہ جس پر مغربی ملکوں نے سخت رد عمل ظاہر کیا[1]۔

لیکن جس چیز نے ان تمام تشویشوں کو امید میں تبدیل کر دیا، وہ عبارت تھی:

۱۔ آیت اللہ خامنہ ای کا رہبر کے طور پر انتخاب جو کم ترین مدت میں انجام پایا۔

۲۔ دسیوں لاکھ افراد نے امام خمینی کے جلوس جنازہ میں شرکت کی۔ ایک عوامی رہنما کے جلوس جنازہ میں دنیا میں سب سے زیادہ لوگوں کی شرکت نے ایک عظیم طوفان کی مانند دشمن کی ہر قسم کی سازش کے امکان کو ختم کر دیا۔

۳۔ نظام کے اعلیٰ حکام، بیت امام، مراجع، علماء، دانشوروں اور دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کی شخصیات، شہداء کے اہل خانہ اور عوام کے مختلف طبقات کی تائید اور بیعت۔

۴۔ ملک میں قوت و طاقت کی علامت اداروں نے رہبر کی حیثیت سے آیت اللہ خامنہ ای کے انتخاب کی حمایت کی اور ان کی اطاعت کے لیے اپنی آمادگی کا اعلان کیا[2]۔

۵۔ حاج سید احمد خمینی نے رہبر کے طور پر حضرت آیت اللہ خامنہ ای کے انتخاب کے چند گھنٹے بعد ان کے نام تہنیتی پیغام ارسال کرکے کہا: "حضرت امام خمینی نے بارہا ہمارے اسلامی نظام کی قیادت و رہبری کے لیے بہترین فرد اور مسلّم مجتہد کی حیثیت سے آپ کا نام لیا تھا۔ میں اور بیت امام کے تمام ارکان تہہ دل سے مجلس خبرگان کے محترم مجتہدین کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ ہمارے پیارے امام کی روح اس انتخاب سے خوش اور پرسکون ہوئی ہے۔ میں ایک بار پھر ایک چھوٹے بھائی کی مانند اس ولی فقیہ کے احکامات کی پیروی خود پر لازم و ضروری سمجھتا ہوں"[3]۔

۶۔ وسیع پیمانے پر ہونے والی بیعت اس پیغام کی حامل تھی کہ امام خمینی کا جانشین قول و فعل کے میدان میں امام کے راستے اور سوچ پر پختہ یقین اور عقیدہ رکھتا ہے اور وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ اسے جاری رکھے گا۔ یہ بیعت بالمشافہ، ریلیوں میں شرکت، اطلاعیہ اور مبارک باد کے پیغامات جاری کرکے

---

۱. جمہوری اسلامی، شمارہ ۲۸۵۲، ص ۳؛ کیہان، شمارہ ۱۳۶۲۱، ص ۱۲،۱

۲. حدیث، ج ۱/جم

۳. جمہوری اسلامی، ۲۹۲۴، ص ۳

اور طومار پر دستخط کے ذریعے کی گئی[1]۔ امام خمینی کے چہلم کے موقع پر امام کے ساتھ میثاق اور رہبر کی بیعت کے قافلے پورے ایران سے تہران کی طرف چلے[2] اور ملک کے بعض سرحدی اور اسٹریٹجک علاقوں میں "رہبر کی بیعت کے نام سے فوجی مشقیں انجام دی گئیں"[3] اور اس کے علاوہ "امام کے ساتھ میثاق اور رہبر کی بیعت" کے عنوان سے سیمناروں کا انعقاد کیا گیا[4]۔ آیت اللہ خامنہ ای کی بیعت کا سلسلہ کئی مہینوں تک جاری رہا اور اس نے دنیا والوں پر ثابت کر دیا کہ ایران آیت اللہ خامنہ ای کی قیادت و رہبری میں بدستور امت اسلامی کا علمبردار ہے۔

۷۔ آیت اللہ خامنہ ای نے بار بار اپنے اس موقف پر زور دیا کہ وہ راہ امام کو جاری رکھیں گے، عوام اور رہبر کے درمیان باہمی اعتماد کو قائم رکھیں گے اور اتحاد کا تحفظ کریں گے، دینی اصول، شرع اور فقہ اسلامی کے تحفظ پر اصرار کریں گے، معاشرے کے کمزور، پسماندہ اور نچلے طبقے کی بے دریغ حمایت کریں گے، مظلوم کے ساتھ یکجہتی اور اتحاد قائم کریں گے اور اسلام اور مسلمان قوموں کی عزت و سربلندی کے لیے کوشش کریں گے اور عالمی طاقتوں کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوں گے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے امام خمینی کو "انقلاب کے شجرہ طیبہ کی جڑ" قرار دیا اور اعلان کیا کہ "ہم راہ امام کی بنیاد پر اپنے راستے کو جاری رکھیں گے"[5]۔

داخلی پالیسی

داخلی سیاست اس دور میں پانچویں صدارتی انتخابات نیز ۱۳۵۸ ش. میں پاس کیے گئے آئین میں ترمیم کے ریفرنڈم سے شروع ہوتی ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای کی قیادت و رہبری کے دور کے آغاز سے لے کر اب تک (یہ کتاب لکھنے تک) سات حکومتیں عوام کے براہ راست ووٹوں سے تشکیل پا چکی ہیں۔ اس دور میں

---

۱. کیہان، شمارہ ۱۳۶۳۱

۲. جمہوری اسلامی، شمارہ ۲۹۲۹

۳. ایضاً، شمارہ ۲۹۷۲

۴. ایضاً، شمارہ ۲۹۷۹

۵. حدیث، ج ا، ص ۳-۵، ۹۵، ۳۱۴

حکومتوں کی تشکیل کی ایک اہم خصوصیت مقابلے سے بھرپور انتخابات کا انعقاد تھا۔ رہبر انقلاب اسلامی نے ہمیشہ حکومتوں کی حمایت کا رویہ اپنایا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ حکومتوں کے بعض اقدامات اور کارکردگی کا تنقیدی جائزہ بھی لیا۔ آیت اللہ خامنہ ای نے ڈھکے چھپے انداز میں اور کھل کر بھی حکومتوں کو اہم احکامات دیے اور نصیحتیں کیں۔ ان کی بعض نصیحتیں درج ذیل ہیں:

کمزور اور پسماندہ طبقات پر توجہ، شریعت کے راستے پر گامزن ہونا اور اس سے انحراف نہ کرنا، امام خمینی کے راستے کو جاری رکھنا اور عوام کے ساتھ رابطہ۔

صوبائی دورے

عوام کے ساتھ رابطہ اور ان کی خدمت کو جاری رکھنے کے لیے رہبر انقلاب اسلامی کا ایک اہم ترین اقدام، صوبائی دورے تھے۔ آیت اللہ خامنہ ای صوبائی دوروں کی اہمیت کو، عوام کے ساتھ ملاقات، مختلف طبقات کی احوال پرسی، ان کے درمیان موجودگی، ان کے حالات سے آگاہی اور عوام کی زندگی اور مسائل کے بارے میں قریب سے معلومات حاصل کرنا قرار دیتے ہیں[1]۔ انہوں نے صدور مملکت کے صوبائی دوروں کو بھی ہمیشہ عوام کے ساتھ حکومت کے رابطے اور تعلق کو قائم رکھنے اور قریب سے ان کی مشکلات و مسائل کو جاننے کے لیے ایک اہم اقدام قرار دیا ہے اور ان کو جاری رکھنے پر زور دیا ہے[2]۔ رہبر انقلاب اسلامی کی نظر میں حکام کے صوبائی دوروں کے درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

ان دوروں سے عوام کے ساتھ ان کا تعلق اور اسلامی جمہوری نظام کے ساتھ عوام کا رابطہ مضبوط ہوتا ہے، پسماندگی کے خاتمے اور ملک کی اقتصادی، صنعتی، اجتماعی اور ثقافتی ترقی میں مدد ملتی ہے؛ پورے ملک میں سماجی انصاف کے قیام اور عوام کے مختلف طبقات اور قوموں کے درمیان اتحاد و یکجہتی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان دوروں کے دیگر مقاصد بھی ہیں جیسے فیصلہ سازوں اور انتظامیہ کے افراد کا براہ راست رابطہ، دانشوروں اور مقامی حکام کے ساتھ رابطہ، شہداء کے اہل خانہ اور غازیوں کی تکریم و ستائش، ملک کے مقامی

۱.　چہار محال و بختیاری کے صوبائی دورے کے اختتام پر ایک انٹرویو ۱۳/۷/۷۱

۲.　بیانات، ۱۳۸۴/۱۲/۸

خدمت گذاروں کو خراج تحسین پیش کرنا، پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور اسی طرح جنگ کے خاتمے کے بعد حالیہ برسوں کے دوران پسماندہ علاقوں کا دورہ اسلامی جمہوری نظام کے لیے ایک اہم حکمت عملی تھا۔

خارجہ پالیسی

آئین کے آرٹیکل ۱۱۰ کے مطابق مجمع تشخیص مصلحت نظام کے ساتھ صلاح و مشورے کے بعد خارجہ پالیسی سمیت نظام کی کلی اور مجموعی پالیسیوں کا تعین کرنا اور اسی طرح ان کی نگرانی رہبر انقلاب اسلامی کی ذمہ داری ہے۔ خارجہ پالیسی کو منظور یا اسے مسترد کرنا اسلامی جمہوری نظام کے رہبر کے اختیارات میں شامل ہے اور خارجہ پالیسی کے اہم معاملات میں ان کی نظر، حتمی ہے[1]۔ آئین اور ولایت مطلقہ فقیہ کے نتیجے میں حاصل اختیارات کے مطابق رہبر انقلاب اسلامی خارجہ پالیسی اور فیصلوں میں اصل کردار کے حامل ہیں[2]۔ آیت اللہ خامنہ ای نے اپنی قیادت کے دور کے آغاز سے ہی امام خمینی کے مد نظر خارجہ پالیسی کے راستے پر قدم بڑھانے کے ساتھ ساتھ اسلامی جمہوریہ ایران کی خارجہ پالیسی کو بین الاقوامی حالات اور ایران کی حیثیت اور مقام و مرتبہ کے مطابق تیار کیا ہے؛

۱۔ نہ شرقی نہ غربی کا اصول

یہ سیاسی اصول اسلامی جمہوریہ ایران کی خارجہ پالیسی کی بنیاد ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں یہ ایک اصول ہے نہ کہ سیاست، بلکہ اسلامی جمہوری نظام کی بنیاد[3] اور اسلامی جمہوریہ ایران کی خارجہ پالیسی کی اساس ہے[4]۔

۲۔ لبنان اور فلسطین کے عوام کی حمایت

---

۱. ملکی، عباس، تصمیم گیری در سیاست خارجی، ص ۳۹
۲. دہقانی فیروزآبادی، جلال، سیاست خارجی جمہوری اسلامی ایران، ص ۲۶۲
۳. حدیث، ج ۲، ص۷۸؛ راہبر د حماسہ و دریا، ص ۳۵
۴. ایضاً، ص ۴۹

رہبر انقلاب اسلامی دنیا کے کمزور اور مظلوم عوام کی حمایت کے اصول پر عمل درآمد کو بیان کرتے ہوئے اسے حیات طیبہ کی جانب حرکت کے لیے ایک اہم قدم قرار دیتے ہیں جو مؤمنین اور مستضعفین کی حاکمیت سے عملی شکل اختیار کرے گا۔ عصر حاضر میں مستضعفین اور مظلوموں کا ایک واضح مصداق فلسطین اور لبنان کے ستم رسیدہ عوام ہیں۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد امام خمینی نے ہمیشہ فلسطین اور لبنان کی قوموں کی اخلاقی اور عملی حمایت کی اور یہ پالیسی آیت اللہ خامنہ ای کی قیادت و رہبری کے دور میں بھی زیادہ قوت اور وسعت کے ساتھ جاری رہی ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای کے نقطۂ نظر کے مطابق وہ اسلام جس سے ابوجہل اور ابوسفیان نہ ڈریں، اسلام نہیں ہے[۱]۔ آیت اللہ خامنہ ای نے امام خمینی کی پہلی برسی کی مناسبت سے ۱۰ خرداد ۱۳۶۹ کو ملت ایران کو مخاطب کرتے ہوئے ایک پیغام جاری کیا جس کے ذریعے اسلامی جمہوری نظام کے مستقبل کے خطوط بھی وضع کیے اور ان کی وضاحت کی۔ اس پیغام میں اسلامی جمہوریہ ایران کی خارجہ پالیسی کے اصلی خطوط کا بھی اعلان کیا گیا۔ اس پیغام میں مسئلہ فلسطین کو سب سے بڑے اسلامی بین الاقوامی مسئلے کے طور پر پیش کیا گیا[۲]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے صیہونی حکومت کے خلاف جہاد کی اخلاقی، سیاسی اور مالی حمایت اور اسی طرح براہ راست حمایت کو ایران کا ہدف و مقصد قرار دیا[۳]۔ لبنان کے مسئلے میں خاص طور پر لبنانیوں اور صیہونی حکومت کی ۳۳ روزہ جنگوں میں اس پالیسی پر عمل درآمد کیا گیا جس کے نتیجے میں لبنان اور فلسطین کی قوموں کو کامیابی حاصل ہوئی[۴]۔

۳۔ اسلامی بیداری کی حمایت

---

۱. بیانات، ۱۳۶۸/۱۱/۱۰

۲. سیمای اسلام ناب محمدی، ص ۳۳

۳. بیانات، ۱۳۶۹/۹/۴

۴. خطبہ ہا، ۱۳۹۰/۱۱/۱۴

آیت اللہ خامنہ ای کی فکر و سوچ میں اسلامی بیداری بہت قدیمی ہے۔ کتاب آیندہ در قلمرو اسلام کا ترجمہ اور اشاعت ۱۳۴۵ ش. میں، اور کتاب ادعا نامہ ای علیہ تمدن غرب ۱۳۴۹ ش. میں (یہ دونوں کتابیں سید قطب کی ہیں) اس دعوے کا عینی مصداق ہیں۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد کے دور میں خصوصاً قیادت و رہبری کے دور میں انہوں نے اس پر اسلامی جمہوریہ ایران کی خارجہ پالیسی میں اصلی دعوت کے تناظر میں عمل کیا۔ انہوں نے ۲۰ بہمن ۱۳۶۸ ش. کو اسلامی بیداری کی کھل کر حمایت کی اور مسلمانوں کو اسلامی زندگی کی طرف بازگشت اور واپسی کی نوید دی (خطبہ ہا)۔ اسلامی بیداری نے تین اصولوں اسلام کی طرف بازگشت، عالم اسلام میں اتحاد اور سامراج دشمنی کی بنیاد پر نئی شکل اختیار کی[1]۔ اسلامی بیداری میں استبداد اور استعمار مخالف حریت پسند تحریکوں کے لیے نمونہ پیش کرنا قیادت و رہبری کے دور میں آیت اللہ خامنہ ای کے جملہ اقدامات میں شامل ہے۔ انہوں نے سال ۱۳۹۰ ش. کے ابتدائی دنوں میں اور علاقے کے بعض ممالک میں عوامی تحریکیں شروع ہونے کے بعد اسلامی اہداف کی سمت اسلام کے نعرے کے ساتھ امت اسلامی اور قوموں کی بیداری کو قوموں کی عام بیداری کی علامت قرار دیا[2]۔

رہبر انقلاب اسلامی عالم اسلام میں اسلامی بیداری شروع ہونے کو ایران کے اسلامی انقلاب اور ملت ایران کی کامیابی کا حاصل سمجھتے ہیں۔ وہ امام خمینی کو اسلامی بیداری کا مظہر قرار دیتے ہیں اور اس سلسلے میں امام خمینی کی منطق کو عقل کی منطق کہتے ہیں[3]۔ آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں اسلامی بیداری کی سوچ کی اور خصوصیت اس کا اسلامی آئیڈیل ازم اور امنگوں کا خطِ اعتدال پر ہونا ہے۔[4] وہ حتی غیر مسلمان قوموں میں بھی بیداری پیدا ہونے کو یقینی سمجھتے ہیں (بیانات، ۱۳۶۸/۶/۲۲)۔ انہوں نے "قوموں کی بیداری" (بیانات، ۱۳۶۸/۶/۲۲)، "عوام کی بیداری" (بیانات، ۱۳۶۹/۱/۲)، "مظلوم قوموں کی بیداری" (بیانات، ۱۳۶۸/۱۱/۱۹)، "انقلابی بیداری" (بیانات، ۱۳۶۸/۴/۱۴)، "معنوی بیداری" (بیانات،

---

۱. بیانات، ۱۳۸۲/۲/۲۲، ۱۳۸۹/۱۲/۲

۲. بیانات، ۱۳۹۰/۱/۱

۳. ایضاً، ۱۳۸۴/۶/۱۱

۴. صوفی نیارکی، تقی، بیداری اسلامی ہویت تمدنی و چالشای پیش رو در اندیشہ ہای حضرت امام خمینی و رہبر معظم انقلاب حضرت آیت اللہ خامنہ ای، ص ۱۸۵، ۱۸۴

۱۳۷۷/۰۷/۱۷)، "ایمان کی بیداری" (بیانات، ۱۳۷۲/۱۱/۱۷)، اور "عالمی بیداری" (بیانات، ۱۳۷۷/۸/۱۲) جیسی معرکۃ الآرا اصطلاحات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بیداری یورپ کے قلب تک آگے جائے گی۔ ایک اور مقام پر وہ قرآن کی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے اسلامی بیداری کو امت اسلامی کی علم و آگہی پر مبنی مزاحمت و استقامت کے نتیجے میں الٰہی مدد و نصرت کا وعدہ پورا ہونا قرار دیتے ہیں[۱]۔ رہبر انقلاب اسلامی مشرق وسطیٰ اور عالم اسلام کے عوام کی بیداری کے اسلامی تشخص کا جائزہ لیتے ہوئے ان عوام کی جانب سے جمہوریت کی خواہش کو اس کا مضبوط اور مرکزی نقطہ قرار دیتے ہیں جو اسلام کے مطابق زندگی گزارتے اور سوچتے ہیں[۲]۔ انہوں نے بیداری کی عمومی طور پر اور اسلامی بیداری کی خصوصی طور پر اندرونی اور بیرونی مشکلات اور نقصانات کو بیان کیا۔ انہوں نے اسلامی بیداری کی تقویت اور اسے مضبوط بنانے کے لیے جو اقدامات تجویز کیے وہ خدا پر توکل اور اس پر اعتماد؛ میدان میں آمادگی، غفلت اور غرور کے نہ ہونے، انقلاب کے اصول کو یاد رکھنے، مذہبی، نسلی، قبائلی اور سرحدی اختلافات سے پرہیز، نظام کو بنانے اور نوجوان نسل پر اعتماد کرنے سے عبارت ہیں[۳]۔

۴۔ عزت، حکمت اور مصلحت

آیت اللہ خامنہ ای کا یہ خیال ہے کہ عزت، حکمت اور مصلحت ہمارے بین الاقوامی رابطوں اور تعلقات کے لیے ایک ضروری مثلث ہے[۴]۔ دین اسلام ایک عقلانی دین ہے اور ہمیں خارجہ پالیسی میں حکیمانہ اور مدبرانہ انداز میں عزت کے موقف کے ساتھ حرکت کرنی چاہیے[۵]۔ عزت کا معنی و مطلب یہ ہے کہ اسلامی نظام اور معاشرہ اپنے بین الاقوامی تعلقات میں اس طرح کا برتاؤ نہ کرے جو اسلام اور مسلمانوں کی ذلت و

---

۱. معتمد رضایی، مہدی، فرہنگی انقلاب اسلامی، ص ۶۱-۷۰
۲. مرادی، عبداللہ، گفتمانی از ہویت و مؤلفہ ہای بیداری اسلامی بر مبنای بیانات مقام معظم رہبری، ص ۷٦
۳. یوسفی، بتول، پژوہشی پیرامون مبانی نظری بیداری اسلامی در قرن اخیر با تاکید بر اندیشہ ہای حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای رہبر معظم انقلاب اسلامی، ص ۱۹۱-۲۲۷
۴. منشور دولت اسلامی، ص ۱۸۹
۵. راہبردہا، ص ۴٦

رسوائی کا باعث بنے۔ حکمت کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ اسلامی نظام کو حکیمانہ انداز میں اور جذبات و احساسات سے ہٹ کر کام کرنا چاہیے[۱]۔

۵۔ انقلابی ڈپلومیسی

خارجہ پالیسی پر عمل درآمد اور اسے آگے بڑھانے کا ایک ذریعہ ڈپلومیسی ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں اسلامی جمہوریہ ایران کی ڈپلومیسی انقلابی ہونی چاہیے اور ڈپلومیسی میں انقلاب پسندی یہ ہے کہ ہم اسلامی اور انقلابی مواقف کو ٹھوس طریقے سے، بغیر کسی رو رعایت اور لحاظ کے اور مرعوب ہوئے بغیر باقی رکھیں۔ ڈپلومیسی ایک جنگ ہے۔ تمام سفارت کار جنگ میں مصروف ہیں اور اس جنگ کا اثر اور اس کی اہمیت بعض اوقات فوجی جنگ سے بھی زیادہ ہے[۲]۔ ڈپلومیسی کے میدان میں ایران کے مواقف کو واضح طور پر بیان کرنا چاہیے[۳]۔ ڈپلومیسی سیاسی نظام کی طاقت و قدرت کا ایک کامیاب وسیلہ اور ملک کی مشکلات اور مسائل کے حل کا توانا بازو ہے۔ اس ڈپلومیسی کو اسلامی نظام کی امنگوں کے راستے پر ہونا چاہیے[۴]۔ اس کے مقابل وہ دفاعی ڈپلومیسی کو ڈپلومیسی کی بدترین قسم قرار دیتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ ایران کی ڈپلومیسی کو اس سے سخت پرہیز کرنا چاہیے[۵]۔

خارجہ پالیسی میں آیت اللہ خامنہ ای کے پیش نظر دیگر محوروں میں سے کوالٹی ڈپلومیسی کے فروغ، حکومت کے ساتھ تعلقات کے ساتھ ہی ساتھ قوموں کے ساتھ تعلقات کے فروغ، افریقہ کے ساتھ تعلقات خاص طور پر اقتصادی تعلقات میں توسیع، کشیدگی کے خاتمے خارجہ پالیسی میں تنظیم سازی، جیسے علاقائی تعاون کی تنظیموں کی تشکیل، قومی مفادات کی بنیاد پر ترجیحات میں تبدیلی، دنیا میں اسلامی مواقف

---

۱. منشور دولت اسلامی، ص ۱۸۳
۲. حدیث، ج ۲، ص ۴۷-۴۷
۳. بیانات، ج ۵/۲، ص ۱۳۷۴
۴. راہبر دہا، ص ۸۸-۸۹
۵. بیانات، ۱۳۷۹/۵/۲۵

کے اعلان، سامراج کے مقابلے میں کمزوری اور نرمی سے پرہیز، خطرات کو سنجیدگی سے لینے اور واقعات کا ہوشیاری سے مشاہدہ کرنے اور جائزہ لینے کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے[۱]۔

۶۔امریکہ کے ساتھ تعلقات

آیت اللہ خامنہ ای کی قیادت و رہبری کے دور میں خارجہ پالیسی میں ایک اہم موضوع امریکہ کے ساتھ تعلقات اور رابطہ رہا ہے۔آیت اللہ خامنہ ای نے رہبر انقلاب اسلامی منتخب ہونے کے بعد ابتدائی مہینوں میں واضح طور پر اعلان کیا کہ جب تک امریکہ اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ دشمنی، ظلم اور زور وزبردستی کی پالیسیاں جاری رکھے گااور ایران کے دشمنوں کی حمایت کرے گااور اپنے غلط طریقوں کی اصلاح نہیں کرے گا، ہم اس کے ساتھ تعلقات برقرار نہیں کریں گے[۲]۔ ان کی نظر میں امریکی حکومت کے ساتھ تعلقات اور مذاکرات سے ملت ایران کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، کیونکہ ان کے قول و فعل میں سچائی اور صداقت نہیں ہے[۳]۔ ایران اور امریکہ کے تعلقات میں اہم ترین مسئلہ صہیونی حکومت کے ساتھ اس کے تعلقات ہیں اور جب تک اس حکومت کے خلاف جدوجہد جاری ہے ، امریکہ کے ساتھ دو طرفہ اور مساوی تعلقات کی برقراری کاامکان نہیں ہے یا بہت سخت ہے[۴]۔آیت اللہ خامنہ ای کا یہ خیال ہے کہ کسی بھی ایسے مسئلے میں امریکہ کے ساتھ مذاکرات کا جس میں اس حکومت نے اپنے لیے خصوصی مقام ومرتبہ اور مفاد پیش نظر رکھا ہے، کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ یہ سامراجی ملک ہے اور سر تسلیم خم نہیں کرے گا[۵]۔ رہبر انقلاب اسلامی اصولی طور پر مذاکرات کے قائل ہیں؛ لیکن مذاکرات میں ایک قدر مشترک تک پہنچنے کے لیے دونوں فریقوں کوایک دوسرے کو قبول کرنا چاہیے؛ایک حد وسط موجود ہونی چاہیے؛وہ مذاکرات کریں تاکہ اس حد وسط تک پہنچ سکیں۔ان کی نظر میں مذاکرات مضبوط اور قوی موقف کے ساتھ ہونے چاہیئں۔ جو

---

۱. راہبردہا، ص ۲۳، ۳۰، ۳۸، ۳۹، ۴۲، ۴۳، ۴۶، ۵۵، ۵۸، ۹۶
۲. بیانات، ۱۳۶۸/۵/۳۱؛ ۱۳۷۲/۸/۱۳
۳. خطبہ ہا، ۱۳۷۶/۱۰/۲۶
۴. بیانات، ۱۳۷۸/۸/۱۲
۵. ایضاً، ۱۳۸۰/۸/۸

لوگ دھونس اور دھمکی کے حالات میں مذاکرات کے بارے میں سوچتے ہیں، وہ اپنی کمزوری کا بلند آواز سے اعلان کرتے ہیں۔ یہ اقدام انتہائی غلط ہے[۱]۔

آیت اللہ خامنہ ای کو کبھی بھی امریکہ کے ساتھ مذاکرات کے بارے میں خوش فہمی نہیں تھی اور ان کا خیال تھا کہ ایران اور امریکہ کے اختلافات اسلامی جمہوری نظام اور اسلامی انقلاب کے بنیادی اور جوہری مسائل کے بارے میں ہیں اور امریکی حکومت نے کھلم کھلا اسلامی نظام، ہمارے عوام کے اسلامی ایمان اور اسلامی تشخص کی مخالفت کا اعلان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اس بات کا باعث بنا کہ یہ ملت اپنے موقف پر قائم اور ڈٹی رہی اور ان کے سامنے نہیں جھکی[۲]۔ رہبر انقلاب اسلامی کہتے ہیں کہ ہم نے ہرگز یہ کہا کہ ہم امریکہ کے ساتھ کبھی تعلق قائم نہیں کریں گے ۔ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم کسی ملک یا حکومت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے تعلقات منقطع کرلیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس حکومت کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ اس کے ساتھ تعلقات ہمارے لیے نقصان دہ ہیں۔ انسان کسی بھی ملک کے ساتھ تعلقات کسی فائدے کے لیے قائم کرتا ہے۔ جس دن امریکہ کے ساتھ تعلقات مفید ہوئے تو جو پہلا شخص کہے گا کہ امریکہ کے ساتھ تعلقات قائم ہونے چاہیئں، خود میں ہوں[۳]۔ آیت اللہ خامنہ ای کا خیال ہے کہ گزشتہ تین عشروں کے امریکہ دوران اسلامی جمہوری نظام کے خلاف سازشوں کا مرکز رہا ہے۔ اس کے باوجود ان کی ماہیت کو ثابت کرنے کے لیے امریکی حکام کے ساتھ براہ راست مذاکرات پر آپ نے رضامندی ظاہر کی[۴]۔

۷۔ جوہری ہتھیار معاملہ

جوہری ہتھیار معاملے میں رہبر انقلاب اسلامی کی پالیسی، اسلامی جمہوریہ ایران کے برحق موقف پر اصرار اور تاکید ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری اور استعمال کو حرام قرار دیتے ہوئے ہمیشہ عالمی ایٹمی ترک اسلحہ اور ایٹمی ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کے معاہدے (این پی ٹی) پر مکمل عمل درآمد پر زور

---

۱. ایضاً، ۱۳۸۰/۱۲/۲/۷
۲. ایضاً، ۱۳۸۱/۲/۱۱
۳. بیانات، ۱۳۸۶/۱۰/۱۳
۴. ایضاً، ۱۳۹۲/۱/۱

دیا ہے[۱]۔ شجاعانہ نرمی اور لچک ایٹمی معاملے کے سلسلے میں رہبر انقلاب اسلامی کی تازہ ترین تعبیر ہے۔ وہ اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شجاعانہ نرمی و لچک، مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہنرمندانہ مظاہرے کے معنی میں ہے؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ راہ خدا کے سالک کو جب وہ مختلف اسلامی امنگوں اور آرزوؤں کی جانب قدم اٹھاتا ہے، تو جس شکل میں اور جس طرح بھی ہے، معینہ مطلوب اور مقصد تک پہنچنے کے لیے مختلف طریقوں سے استفادہ کرنا چاہیے[۲]۔ شجاعانہ نرمی اور لچک یعنی عزت، حکمت اور مصلحت نامی تین اصولوں کے تحت قدرت و طاقت اور لچک کے درمیان مظاہرے کی طاقت۔ رہبر انقلاب اسلامی نے مذاکرات کے دوران اس بات کی کوشش کی کہ ایران کے ایٹمی حقوق پر تاکید کے ساتھ ساتھ اسلامی جمہوریہ ایران کی سرخ لکیروں کو بھی وضع کریں۔ یہ وضع کردہ سرخ لکیریں نہ صرف ایٹمی مذاکراتی ٹیم کے لیے مشعل راہ میں تبدیل ہوگئیں بلکہ ایک حصار کی مانند تھیں جس نے مغربی فریقوں کو بھی ان موضوعات کے قریب آنے سے باز رکھا۔ رہبر معظم کا یہ طرز عمل اس بات کا باعث بنا کہ ایران کی مذاکراتی ٹیم پورے اطمینان کے ساتھ مذاکرات میں بھرپور اور فعال کردار ادا کرے۔

اقتصادی اصول و نظریات

آیت اللہ خامنہ ای ایسے حالات میں رہبر انقلاب اسلامی کے عہدے کے لیے منتخب ہوئے جب ملک ابھی مسلط کردہ جنگ سے پیدا ہونے والے سیاسی و اقتصادی بحرانوں سے باہر نہیں نکلا تھا اور اسے جنگ سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی تعمیر نو اور بنیادی تنصیبات کی تعمیر کے لیے بنیادی اقدامات کی اشد ضرورت تھی۔ اس موقع پر ملک کی اقتصادی پالیسیوں کے بارے میں سیاسی شخصیات اور گروہوں کے درمیان موجود اختلاف نظر جو اسلامی انقلاب کی کامیابی کے پہلے عشرے سے شروع ہو گیا تھا، بدستور جاری تھا اور افراد اور گروہوں کے اقتصادی موقف اور نظریات دو طرح کے تھے: پہلا نظریہ حکومتی اقتصاد کے حامیوں کا تھا جس میں اقتصادی کفایت شعاری اور جنگ کے دور کی کنٹرول شدہ پالیسیوں پر بدستور زور دیا جاتا تھا۔ دوسرا نظریہ اقتصاد میں حکومتی عمل دخل کے مخالفین کا تھا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ حکومتی پالیسیوں پر انحصار اور بھروسہ

---

۱. پیامہا، ۱۳۸۹/۱/۲۸؛ بیانات، ۱۳۸۴/۱/۱

۲. بیانات، ۱۳۹۲/۸/۲۹

کرنے کا دور اور زمانہ ختم ہو گیا ہے اور نجی کاری کے ذریعے اور اقتصادی سرگرمیوں میں نجی شعبے کو شریک کرکے اور غیر ملکی سرمائے کو ملک میں لا کر اقتصادی ترقی حاصل کی جا سکتی ہے[۱]۔

آیت اللہ خامنہ ای کے اقتصادی اصول اور ترجیحات

قیادت و رہبری کے دور میں آیت اللہ خامنہ ای کی اقتصادی سوچ ایک واضح اور ثابت اصول کی حامل رہی ہے۔ ان کا اقتصادی طرز عمل مجموعی طور پر اسلامی اصول و اقدار کو مد نظر رکھتے ہوئے اقتصادی انصاف کے ساتھ ملک کی ترقی و پیشرفت کی ضرورت پر استوار رہا ہے۔ انہوں نے اس بنیاد پر اس قسم کے محوروں پر تاکید کی ہے؛ ملک کی ترقی کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت، سماجی انصاف، محروم اور پسماندہ طبقات پر توجہ، اقتصادی بدعنوانیوں کا مقابلہ، فضول خرچی اور خود نمائی سے پرہیز، اسمگلنگ کی روک تھام، داخلی پیداوار میں اضافہ، زراعتی شعبے میں خود کفالت، صنعت اور روزگار کے شعبے کو مضبوط بنانا، غیر پٹرولیم اقتصاد، مالی اور اقتصادی نظم وضبط، ٹیکسوں کی وصولی، قومی کرنسی کی قدر کو مضبوط بنانے کے لیے اقدامات، افراط زر اور مہنگائی کا مقابلہ، غیر ملکی سرمایہ کاری پر توجہ، تعمیر نو اور سرمایہ داری نظام کا تنقیدی جائزہ[۲]۔

آیت اللہ خامنہ ای کی اقتصادی پالیسیاں

انتظامیہ کو نصیحت اور رہنمائی:

جن اصولوں اور محوروں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے وہ اہم اور اسٹریٹیجک پروگراموں اور منصوبوں کی جامعیت پر منتج ہوئے ہیں جو گزشتہ چند برسوں کے دوران مختلف مواقع پر نظام کی بالادستی کی دستاویزات کے قالب میں ملک کی انتظامیہ کے حوالے کیے گئے ہیں۔ رہبر انقلاب اسلامی کی اقتصادی پالیسیوں پر نظری پالیسیوں اور عملی پالیسیوں کے قالب میں توجہ دی جا سکتی ہے۔ نظری پالیسیاں، تقریروں اور بیانات میں اور عملی پالیسیاں کلی پالیسیوں اور اقتصادی پالیسیوں کے باضابطہ حکمناموں میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ پالیسیاں حکومتوں کی مختلف اقتصادی پالیسیوں کے باوجود، ہر حکومت کے حالات اور خصوصیات کے مطابق تقریروں، پیغامات

---

۱. شادلو، عباس، تکثر گرایی در جریان اسلامی، ص ۱۵۸،۱۵۹

۲. منشور، ص ۹۷،۹۸

اور سرکاری حکمناموں میں مد نظر رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے مذکورہ راستے سے پالیسیوں، منصوبوں اور کارکردگی میں بھٹکنے کی نصیحت اور یاددہانی کے ذریعے نشان دہی کی ہے۔ مثال کے طور پر جس دور میں تعمیر نو اور اقتصادی ترقی پر زور دیا جاتا تھا، وہ تعمیر نو کے ساتھ ساتھ انقلابی جذبے کے تحفظ، سماجی انصاف، تجملات، مادیت پسندی اور فضول خرچی سے پرہیز پر زور دیتے تھے[1]۔ اسی طرح جس دور میں حکومت کی ترجیحات میں اقتصادی مسائل سے زیادہ سیاسی مسائل شامل تھے، وہ اقتصادی پالیسیاں پیش کر کے، روزگار، قومی کرنسی کی قدر کے تحفظ اور افراط زر اور اقتصادی بدعنوانیوں کا مقابلہ کرنے سمیت مشکلات و مسائل کو ختم کرنے کے لیے صحیح اقتصادی منصوبہ بندی کی جانب حکومت کی رہنمائی کرتے تھے[2]۔ نویں اور دسویں حکومتوں میں جب سماجی انصاف کے فروغ کا نعرہ لگایا گیا، انہوں نے عجلت سے پرہیز کرنے، صحیح منصوبہ بندی کرنے اور حکومت کے اپنے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے ترقی و پیشرفت کے ایرانی ـ اسلامی نمونے پر توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ مجموعی طور پر سماجی انصاف، کمزور اور پسماندہ طبقات پر توجہ، فضول خرچی سے پرہیز اور بچت و کفایت شعاری کی ضرورت، اقتصادی بدعنوانی کا مقابلہ اور ملک کی ترقی و پیشرفت کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت جیسے مسائل مختلف ادوار میں ان کے لیے باعث تشویش رہے ہیں اور انہوں نے ان کے حل کی ضرورت پر ہمیشہ زور دیا ہے۔

آیت اللہ خامنہ ای ملک کے مختلف شہروں میں مختلف مسائل سے آشنائی اور ان کا جائزہ لینے پر زور دیتے تھے اور اسی بنا پر اپنی قیادت کے عرصے میں انہوں نے ملک کے تمام صوبوں کا دورہ کیا ہے جن کے نتیجے میں اقتصادی مشکلات سمیت ملک کے مختلف صوبوں کے مسائل دور کرنے کے لیے فیصلے کیے گئے اور منصوبے بنائے گئے۔

آیت اللہ خامنہ ای کے اقتصادی نظریات کا سرچشمہ دینی نقطہ نظر ہے، اس کے علاوہ یہ اسلامی انقلاب کے اہداف و مقاصد اور اقدار خاص طور پر امام خمینی کی جانب سے پیش کی گئی ترجیحات پر استوار ہیں۔ ان میں سے ان نکات کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

۱. حدیث، ج ۷، ص۱۶۸، ۱۷۱
۲. بیانات، ۱۳۷۸/۶/۲

کمزور طبقات کی حمایت، عوام اور حکام میں فضول خرچی اور اسراف سے پرہیز اور سماجی انصاف پر توجہ دینے کی ضرورت، اقتصادی خود مختاری، ملک کی تعمیر نو اور ترقی و پیشرفت میں تیزی پر تاکید، اسلامی انقلاب کے ابتدائی اور اولین مقاصد اور امام خمینی کی تعلیمات کی جانب حرکت، ملک کے امور میں منصوبہ بندی کی ضرورت پر بھرپور تاکید، مختلف مسائل خاص طور پر اقتصادی شعبے میں عارضی اور عجلت پر مبنی فیصلے کرنے سے پرہیز، اسی طرح انہوں نے ہمیشہ قومی تشخص اور دینی تعلیمات کے ساتھ اقتصادی پالیسیوں کی ہم آہنگی کی ضرورت پر اس حد تک تاکید کی ہے کہ اخلاق اور معنویات پر توجہ دیے بغیر مادی ترقی کے معنی میں اقتصادی ترقی کو کم اہمیت قرار دیا ہے۔

غیر معمولی اور بالادستی کی دستاویزات کے لیے دائرہ کار کا تعین

نظام کی بالادستی کی دستاویزات کے عنوان سے ملک کے درمیانی مدت اور طویل مدت کے غیر معمولی اہم منصوبوں کے خاکے کو جو ملک کی اقتصادی صورت حال کی اصلاح اور اسے بہتر بنانے کے لیے تدوین کئے گئے ہیں، انھیں رہبر انقلاب اسلامی نے معین کیا ہے۔ وہ غیر معمولی اور اہم ترین منصوبے کچھ اس طرح ہیں:

ملک کے پنج سالہ ترقیاتی منصوبے، مختلف شعبوں میں اسلامی جمہوری نظام کی مجموعی پالیسیاں، اقتصادی بدعنوانی کا مقابلہ کرنے کا آٹھ نکات پر مشتمل فرمان، ملک کا بیس سالہ فکری و عملی منصوبہ بندی، آئین کے آرٹیکل ۴۴ کی مجموعی پالیسیاں، ترقی و پیشرفت، انصاف اور استقامتی اقتصاد کے عشرے کی تفصیلات کا اعلان۔

آیت اللہ خامنہ ای کے مد نظر اقتصادی پالیسیوں میں سے ان موارد کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

پسماندہ طبقات کی مدد کرنا اور سماجی انصاف کے قریب پہنچنا؛ اقتصادی رونق اور ترقی اور سماجی انصاف کے مقدمہ اور پیش خیمہ کے عنوان سے تعمیر نو کی کوشش[۱]؛ قومی پیداواری صلاحیت کو بہتر بنانا؛ تیل کے اقتصاد پر انحصار کو کم کرنے کے لیے غیر پٹرولیم اشیاء کی برآمدات میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنا؛ معاشرے کی غذائی اور خوراک کی ضروریات کے لیے دوسروں سے بے نیازی اور زراعت جیسی بنیادی اور

۱۔ دوسرے پروگرام میں حکومت اور نظام کی پالیسیوں کا دائرہ کار معین کرنے کے لیے حجت الاسلام والمسلمین ہاشمی رفسنجانی کے نام خط، ۱۳۷۲/۸/۱۸

مرکزی پالیسیوں کا انتخاب؛ ملک کی جغرافیائی اور فطری صلاحیتوں، استعداد اور گنجائش کے پیش نظر روزگار کے مواقع پیدا کرنا، جائز سرمایہ کاری کے لیے مکمل تحفظ فراہم کرنا؛ بدعنوانی، رشوت خوری، اجارہ داری اور حرام دولت کو وجود میں آنے سے روکنا[1]؛ حق اور انصاف کے محور پر افراد کی رشد و نمو کے مقصد سے ایرانی ـ اسلامی ترقی کے نمونے کی تدوین، اسلامی اور انقلابی اقدار کی بنیاد پر معاشرے کی تشکیل اور ریاست کے تینوں ستونوں یعنی مجریہ، مقنّنہ اور عدلیہ کے ذریعے اقتصادی اور سماجی انصاف کے اصولوں پر عمل درآمد[2] عوامی فلاح و بہبود کا قیام، اقتصادی رونق اور ترقی، اقتصادی انصاف کے لیے راستہ ہموار کرنا اور ملک میں غربت کا خاتمہ؛ عام حالات میں حکومتی، کارپوریٹ اور نجی شعبوں کے لیے اقتصادی سرگرمیوں کے یکساں اور منصفانہ حالات، استعمال کو مفید اور مؤثر بنانا، خام تیل اور قدرتی گیس کے بجائے تیل و گیس اور پیٹرو کیمیکل کی مصنوعات کی برآمدات؛ ملک کے توانائی کے ذرائع میں تنوع اور ایٹمی علم اور ٹیکنالوجی حاصل کرنے کے لیے کوشش اور ایٹمی بجلی گھر قائم کرنا (ریاست کے تینوں اداروں کے سربراہوں کے نام خط اور نظام اور حکومت کی مجموعی پالیسیوں کا ابلاغ (۱۳۷۹/۱/۲۰)؛ اقتصادی بدعنوانیوں کا مقابلہ کرنا، آٹھ نکاتی حکم نامہ کی صورت میں حکومتی وسائل کا غلط استعمال کرنے والوں اور بدعنوان افراد کا مقابلہ کرنا؛ قابل اعتماد، صحیح اور امین افراد کو کام سپرد کرنا؛ حکومت کی اہم اقتصادی سرگرمیوں اور کاموں میں کمزور نکات کی نشان دہی؛ آٹھ نکاتی حکم نامہ کی صورت میں بدعنوانی کا مقابلہ کرنے کے سلسلے میں ہر قسم کے ظاہری پروپیگنڈے اور کھوکھلے نعروں کا عدم استعمال اور امتیاز اور تفریق سے کام نہ لینا[3]؛ ۱۴۰۴ ش. کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی جمہوریہ ایران کے بیس سالہ فکری و عملی منصوبہ بندی اور ترقیاتی پروگرام کی تدوین کی ضرورت پر تاکید اور ۱۳ آبان ۱۳۸۲ کو اس بارے میں تدوین شدہ پروگرام تینوں اداروں کے سربراہوں کو ارسال کرنا[4]؛ آئین کے آرٹیکل ۴۴ کی مجموعی پالیسیوں کا ابلاغ۔

اس ابلاغی پیغام کی مرکزی اور بنیادی پالیسیاں درج ذیل تھیں:

---

۱. حکومتی تجاویز کا جائزہ لینے کے لیے تشخیص مصلحت نظام کے سربراہ کے نام پیغام، ۱۳۷۸/۱/۱۹

۲. بیانات، ۱۳۶۸/۵/۳۱؛ ۱۳۷۲/۸/۱۳

۳. تینوں اداروں کے سربراہوں کے نام خط، ۱۳۸۰/۲/۱۰

۴. ابلاغ سند چشم انداز بیست سالہ، ۱۳۸۲/۸/۱۳

قومی اقتصادی ترقی میں تیزی لانا، سماجی انصاف کے قیام کے لیے عوام کی سطح پر ملکیت کو فروغ دینا؛ اقتصادی اداروں کی افادیت میں اضافہ کرنا؛ ٹیکنالوجیکل، انسانی اور مادی ذرائع اور وسائل سے فائدہ اٹھانا، ملکی اقتصاد میں مقابلے کی فضا کو بڑھانا؛ اقتصادی سرگرمیوں اور کاموں کو انجام دینے اور ان کی ذمہ داری سنبھالنے میں حکومتی انتظام اور مالی بوجھ کو کم کرنا؛ روزگار کے مواقع میں اضافہ کرنا؛ عوام کے طبقات کو بچت، سرمایہ کاری اور گھرانوں کی آمدنی میں اضافے کی ترغیب دلانا[1]۔

ان اقدامات میں سے جو مختلف سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں سالانہ پالیسی سازی میں شمار ہوتے ہیں، ایک اقدام ملکی ضرورت کی ترجیحات کی بنیاد پر ہر سال کو ایک نام دینا ہے۔ سال کے نام کا اعلان ہر سال کی ابتدا میں رہبر انقلاب اسلامی کے نوروز کے پیغام میں کیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ خود چھوٹی اور بڑی سطح پر منصوبہ بندی کے لیے عوام اور حکام کے ذہنوں کو تیار کرنے کے مقصد سے ملک کے مسائل اور ترجیحات کو بیان کرنا ہے۔ اہم ترین اقتصادی مسائل کہ جو ان برسوں کے دوران رہبر انقلاب اسلامی کے نوروز کے پیغامات میں ان کے مدنظر رہے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

فضول خرچی اور بے جا استعمال سے گریز (۱۳۷۱ھ ش)؛
فضول خرچی سے مقابلہ کرنا (۱۳۷۵ھ ش)؛
اسراف اور فضول خرچی سے گریز (۱۳۷۶ھ ش)؛
عوامی اور حکومتی سطح پر بچت کی ضرورت (۱۳۷۷ھ ش)؛
عوام پر اقتصادی دباؤ اور مہنگائی ختم کرنے کی ضرورت (۱۳۷۸ھ ش)؛
عوام کی معاشی مشکلات کو حل کرنے کی ضرورت (۱۳۷۹ھ ش)؛
روزگار کے لیے منصوبہ بندی (۱۳۸۰ھ ش)؛
روزگار کے مواقع پیدا کرنا اور بدعنوانی کا مقابلہ کرنا (۱۳۸۱ھ ش)؛
اقتصادی اور مالی نظم و ضبط (۱۳۸۴ھ ش)؛
فلاح و بہبود کے حامل ایک معاشرے کی تعمیر کے لیے منصوبہ بندی (۱۳۸۶ھ ش)؛

۱۔ آئین کے آرٹیکل ۴۴ کی مجموعی پالیسیوں کا ابلاغ، ۱۳۸۴/۲/۲

استعمال کے نمونے کی اصلاح (۱۳۸۸ھ ش)؛
زیادہ کوشش زیادہ کام (۱۳۸۹ھ ش)؛
اقتصادی جہاد (۱۳۹۰ھ ش)؛
قومی پیداوار، ایرانی کام اور سرمائے کی حمایت (۱۳۹۱ھ ش)؛
سیاسی کارنامہ اور اقتصادی کارنامہ (۱۳۹۲ھ ش)۔[۱]

اسی طرح ایک اہم ترین اقتصادی مسئلہ جس کا ۱۳۹۱ھ ش میں نظام اور حکومت کو سامنا کرنا پڑا، ایٹمی پروگرام کے سلسلے میں اسلامی جمہوریہ ایران پر دباؤ ڈالنے کے لیے مغربی ملکوں خصوصا امریکہ کی جانب سے اقتصادی پابندیوں میں اضافہ تھا۔ اس درمیان، آیت اللہ خامنہ ای نے ترقی و پیشرفت کی جانب ملک کی معمول کی حرکت کے ساتھ ساتھ ان پابندیوں سے پیدا ہونے والے دباؤ کو کم کرنے کے لیے جس راہ حل کا اعلان کیا وہ "پائیدار استقامتی اقتصاد" کی پالیسی تھی۔ وہ اپنے ارد گرد حصار کھینچنے اور دفاعی کام انجام دینے کو استقامتی اقتصاد نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ اس کو ایسا اقتصاد سمجھتے ہیں جو سخت دشمنی، بائیکاٹ اور دباؤ کے حالات میں ملک کی ترقی و پیشرفت کا ضامن ہے[۲]۔

اس بنا پر انہوں نے استقامتی اقتصاد کو ملک کی ترقی و پیشرفت کے عمل کو جاری رکھنے کا واحد راستہ قرار دیا۔ اس پالیسی کی بعض نمایاں خصوصیات کچھ اس طرح ہیں: حکومتی اور غیر حکومتی شعبوں کی تمام تر صلاحیتوں اور گنجائش سے استفادہ کرنا، عوام کی معاشی مشکلات اور مسائل حل کرنے کے لیے سنجیدہ کوشش کرنا، اقتصادی بدعنوانیوں کا مقابلہ کرنا، قومی پیداوار کی حمایت اور فضول خرچی کا مقابلہ کرنا[۳]۔

ایک اہم موضوع جس کو آیت اللہ خامنہ ای نے بیان کیا ہے اور اس کی تشریح کی ہے، طرز زندگی ہے۔ انہوں نے طرز زندگی کو اسلام کے نقطۂ نظر کے مطابق اور اسلامی تمدن کے احیاء کے تناظر میں بیان کیا۔ ان

---

۱. پایگاہ، بش۔
۲. بیانات، ۱۳۹۱/۵/۱۶
۳. ایضاً، ۱۳۹۲/۶/۲

کی نظر میں ایک ایرانی مسلمان انسان کی زندگی کو اعلیٰ انسانی خصوصیات اور خصلتیں پیدا کرنی چاہئے تاکہ دلوں کا خدا کے ساتھ رابطہ برقرار ہو اور وہ باقی رہے[۱]۔

ثقافت

آیت اللہ خامنہ ای نے ملک کی ایک اہم ثقافتی شخصیت کی حیثیت سے ثقافت کو ہمیشہ ملک کے بنیادی ترین مسائل میں سے قرار دیا ہے[۲] اور عوام اور حکام کو ثقافتی خودمختاری کا تحفظ کرنے کے لیے جس کی حفاظت خودمختاری کے تمام پہلوؤں سے زیادہ سخت اور مشکل ہے، ہوشیاری اور تدبر سے کام لینے کی ہدایت کی[۳]۔ رہبر انقلاب اسلامی کا خیال ہے کہ کسی قوم وملت کے قومی اعتقادات اور ثقافت، اس کے تشخص، رشد و ترقی اور حیات کے اصلی عوامل ہیں اور ان پر بھروسہ کرکے ترقی وپیشرفت کے راستے پر قدم بڑھایا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر پوری تاریخ کے دوران استعمار نے قوموں پر غلبہ اور قابو پانے کے لیے ان کی ثقافتی بنیادوں کو ختم کرنے کی کوشش کی[۴]۔

ثقافتی انقلاب، ثقافتی تبدیلی اور دینی ثقافت کی جانب بازگشت جیسے مفاہیم رہبر انقلاب اسلامی کے بیانات میں بار بار بیان کیے گئے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ ثقافتی یلغار، نرم جنگ یا سافٹ وار، ثقافتی نیٹو، ثقافتی شب خون جو اسلامی انقلاب کی ثقافت پر دشمن کا ثقافتی وار ہے، کے بارے میں خبردار کیا ہے۔ مسلط کردہ جنگ کے دوران فوجی محاذوں پر اسلامی جمہوریہ نظام کے دشمنوں کی ناکامی کے پیش نظر، جنگ ختم ہونے کے بعد کے برسوں میں نرم جنگ یا سافٹ وار اور ثقافتی یلغار، اسلامی انقلاب کا مقابلہ کرنے کے لیے اصلی حکمت عملی میں تبدیل ہو گئی اور آیت اللہ خامنہ ای نے اس کی وسعت اور اہمیت کو بتانے کے لیے اس کو ثقافتی شب خون اور ثقافتی نیٹو کے نام سے یاد کیا۔ آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں ثقافت اور ثقافتی مسائل اقتصادی، صنعتی اور زراعتی مسائل سے زیادہ اہم ہیں؛ کیونکہ یہ سب ثقافتی مسائل کے بارے میں اہتمام اور کوشش

---

۱. ایضاً، ۱۳۹۲/۲/۱۸
۲. ایضاً، ۱۳۷۹/۱۲/۹
۳. ایضاً، ۱۳۷۰/۹/۲۰
۴. بیانات، ۱۳۷۱/۵/۲۱

کے بغیر ناکام رہ جاتے ہیں[۱] اور ثقافت کا معاشرے کے تمام امور کی رشد و ترقی میں اہم کردار اور اثر ہے[۲]۔ آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں کسی قوم وملت کی آزادی و خود مختاری، ثقافتی خود مختاری کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی[۳]، کیونکہ طاقتوں کا حقیقی تسلط، ثقافتی تسلط ہے[۴]۔

ثقافت کے میدان میں رہبر انقلاب اسلامی کے نظریات اور اقدامات کچھ اس طرح ہیں:

الف: اسلامی معاشرے کو نشانہ بنانے والے ثقافتی خطرات اور نقصانات کے بارے میں رہنما ارشادات اور مواقف کی وضاحت۔ انہوں نے حالات کے مطابق ان خطرات کو "ثقافتی یلغار"، "ثقافتی شب خون"، "ثقافتی لوٹ مار"، "ثقافتی نیٹو"، اور "نرم خطرہ" جیسے مختلف عناوین سے یاد کیا ہے اور ہر ایک کی بھرپور طریقے سے وضاحت کی ہے۔

ب: موجودہ صورت حال کے بارے میں جو ثقافتی خطرات اور نقصانات سے غفلت یا عدم توجہ کی وجہ سے پیش آئی ہے، رہنما ارشادات اور مواقف کی وضاحت۔ انہوں نے اس بارے میں "مغرب نوازی"، "مغرب پسندی"، "نمود و نمائش"، "کنزیومرازم"، "ثقافت کی تبدیلی" اور "ثقافتی جمود" جیسے الفاظ وقت اور زمانے کے مطابق استعمال کیے اور ان کی وضاحت کی ہے۔

ج: نامناسب ثقافتی صورت حال سے باہر نکلنے اور ایک حقیقی اسلامی معاشرے سے مطابقت رکھنے والے اور ایک مناسب نمونہ عمل تک پہنچنے کے لیے معاشرے کی ثقافتی منصوبہ بندی اور انتظام کے بارے میں ان کے رہنما ارشادات اور مواقف کی وضاحت۔ اس سلسلے میں بھی انہوں نے "ثقافتی حکمت عملی"، "ترقی و پیشرفت کا ایرانی-اسلامی نمونہ" اور "طرز زندگی" جیسی اصطلاحات استعمال کیں اور ان پر عمل درآمد کے لیے کوشش کی گئی ہے[۵]۔

---

۱. فرہنگ؛ مسائل...، ص ۲۳
۲. حدیث، ج ۲، ص ۱۴۱
۳. ایضاً، ج ۳، ص ۶۱
۴. ایضاً، ج ۴، ص ۵۰،۵۱
۵. پایگاہ، بش

آیت اللہ خامنہ ای نے کتاب اور کتاب خوانی یعنی مطالعہ پر بھی بہت زیادہ توجہ دی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے کتابوں کی نمائشوں کے بھی دورے کیے جن کے دوران انہوں نے کتابوں کا گہری نظروں سے جائزہ لیااور ان کے بارے میں سوال جواب بھی کیے حتی بعض کتابوں پر یادداشت بھی تحریر کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے ثقافتی و مذہبی مقامات کے بھی دورے کیے۔ شعراء، مصنفین، ثقافتی شخصیات اور اداروں، اہل قلم حضرات، میڈیا کی شخصیات، فلم سازوں، آرٹسٹوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا، دینی علوم کے طلبا، دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ سے بھی مسلسل ملاقاتیں کیں۔ یہ چیزیں ثقافت پر ان کی سنجیدہ توجہ کی عکاسی کرتی ہیں۔

فن و ہنر

آیت اللہ خامنہ ای فن و ہنر کو انسانی جان کا قابل فخر اور اہم ترین حصہ[۱] اور مفاہیم کو منتقل کرنے کے لیے ایک بہترین وسیلہ سمجھتے ہیں[۲]۔ وہ فن و ہنر کو عطیۂ الٰہی، اسلام اور انقلاب کی خدمت کے لیے ایک بہترین اور مؤثر زبان اور عوام کے افکار کو بلند کرنے کے لیے ایک اہم اور مؤثر ذریعہ قرار دیتے ہیں اور فنکاروں کو نصیحت اور ہدایت کرتے ہیں کہ وہ فن و ہنر کو اس کی اعلیٰ و ارفع خصوصیات کے ساتھ عوام میں لے کر جائیں اور ان کے قلب و ذہن میں راسخ کریں اور اغیار کی ثقافت کے نقصان دہ مظاہر کے ساتھ اس کو مخلوط ہونے سے بچائیں[۳]۔ ان کا یہ خیال ہے کہ فنکار اور ہنر مند حقیقت کو دوسروں سے بہتر اور جلدی سمجھ لیتا ہے اور ہمارے ملک میں حقیقی فن و ہنر کا اہم اور اعلیٰ مقام ہے اور وہ صحیح فکر و سوچ، انقلابی سوچ اور توحیدی فکر و سوچ کو معاشرے کی فضا میں رائج اور اسے مضبوط اور گہرا کر سکتا ہے[۴]۔ انقلاب اس وقت خود کو فن و ہنر کے قالب میں ڈھال سکتا ہے جب اس کے اپنے ہنر مند اور فنکار ہوں۔ ان کی نظر میں اسلام فن و ہنر

---

۱. بیانات، ۱۳۸۰/۵/۱
۲. ایضاً، ۱۳۷۰/۸/۱
۳. حدیث، ج ۱، ص ۲۹۰
۴. ایضاً، ۳۱۳/۲-۳۱۵

سے شروع ہوتا ہے اور قرآن ایک مافوق بشر فن پارہ ہے[۱]۔ رہبر انقلاب اسلامی صحیح فن و ہنر کی وضاحت کرتے ہوئے ہنر برائے ہنر کو رد کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ فن و ہنر کا ہدف و مقصد ہونا چاہیے۔ اس بنیاد پر وہ ایران کے اسلامی جمہوری نظام میں اسلام اور اسلامی انقلاب کے اعلیٰ اقدار اور مقدسات کی عکاسی اور وضاحت کو فن و ہنر کا ہدف و مقصد قرار دیتے ہیں[۲]۔ فن و ہنر کی ایک خصوصیت بیان کرتے ہوئے اسے انسان کے نفیس اور ظریف خیالات کی عکاسی اور طاقت قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: اگر فن و ہنر نہ ہوتا تو انسان کا بہت سا مافی الضمیر بغیر بیان کیے ہوئے رہ جاتا[۳]۔

آیت اللہ خامنہ ای فن و ہنر کی زبان کو علم اور وعظ و نصیحت کی زبان سے زیادہ آسان اور عام فہم سمجھتے ہیں اور قرآن کے ہنری ہونے کو اس کی کامیابی کا ایک راز سمجھتے ہیں[۴]۔ وہ اس ہنر کو دینی ہنر قرار دیتے ہیں ان تعلیمات کو جن کو انسانوں کے درمیان پھیلانے کے لیے تمام الٰہی ادیان خاص طور پر دین اسلام نے کوشش کی ہے، پھیلا سکے اور ذہنوں میں زندہ اور باقی رکھ سکے۔ اسی طرح دینی فن و ہنر کو دین اسلام کی امنگوں اور آرزوؤں کو مجسم کرنے والا اور دنیا والوں کے سامنے پیش کرنے والا سمجھتے ہیں جو انسان کی سعادت، انسان کے معنوی اور روحانی حقوق، انسان کی سربلندی، انسان کے تقویٰ اور پرہیزگاری اور انسانی معاشرے میں عدل و انصاف جیسے امور کے حصول میں مددگار ہو[۵]۔ اس بنیاد پر، رہبر انقلاب اسلامی ہنر کو تبلیغ کا ایک بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں[۶]۔ اسی طرح رہبر انقلاب اسلامی شعر کو فن و ہنر کا ایک ممتاز شعبہ قرار دیتے ہیں[۷]۔ رہبر انقلاب اسلامی نے فن و ہنر کے بارے میں جن نکات پر زور دیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

فن و ہنر کا اعلیٰ و ارفع مقام، اقدار کے فروغ اور ترویج میں فن و ہنر کا کردار، انقلابی ہنرمندوں اور آرٹسٹوں کی رہنمائی کرنا اور انہیں راستہ دکھانا، دفاع مقدس کے فن و ہنر کی اہمیت، انقلاب کے فن و ہنر کے

---

۱. بیانات، ۱۳۷۰/۷/۱۵
۲. ایضاً، ۱۳۷۰/۸/۲۹
۳. ایضاً، ۱۳۷۶/۱۱/۱۴
۴. ایضاً، ۱۳۷۷/۲/۷
۵. بیانات، ۱۳۸۰/۵/۱
۶. ایضاً، ۱۳۷۷/۴/۷
۷. ایضاً، ۱۳۷۵/۱۲/۲۲

کمزور پہلوؤں کی شناخت، معاشرے کے ارتقاء میں فن و ہنر کا مقام، بامقصد ہنر، دینی ہنر اور معنویت و روحانیت کے لیے ہنر کو استعمال کرنے کی ضرورت پر زور[۱]۔

فارسی زبان

آیت اللہ خامنہ ای کا فارسی زبان کی اہمیت اور مقام کے بارے میں خیال ہے کہ جو شخص بھی انسانی معارف و تعلیمات میں دلچسپی رکھتا ہو اسے فارسی زبان کے خاص مقام و مرتبے کا قائل ہونا چاہیے، کیونکہ اس شیریں، سادہ، خوبصورت اور وسیع زبان نے دنیا کے وسیع جغرافیائی علاقوں کو اپنے معنوی تسلط اور گھیرے میں لینے میں کامیابی حاصل کی ہے اور اپنے معنوی اور روحانی اثر و نفوذ سے قوموں کے دلوں میں اپنی بلاغت کی طاقت اور افادیت کی جگہ بنائی ہے اور ان کو ثقافت، دین، معرفت اور تہذیب و تمدن کا تحفہ دیا ہے۔ ان کی نظر میں فارسی زبان کی ایک اور خصوصیت اور مقام و مرتبہ یہ ہے کہ اس نے اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ فارسی زبان خوبصورت موسیقی کا آہنگ رکھتی ہے اور بہت زیادہ نرمی، روانی اور لچک کی حامل ہے۔ یہ دلنشیں زبان تشدد سے دور اور اس سے عاری ہے[۲]۔

سائنس و ٹکنالوجی

رہبر انقلاب اسلامی نے علم کی پیداوار، ٹکنالوجی کے حصول اور اس سے استفادہ اور علم کو تجارتی بنیادوں پر استعمال کرنے پر بار بار زور دیا ہے۔ انہوں نے عملی و نظری یعنی تھیوری اور پریکٹیکل کے میدان میں علم کی اہمیت اور مقام و مرتبے، علمی ترقی و پیشرفت، سافٹ ویئر کی تحریک اور سوشل سائنسز میں تبدیلی وغیرہ پر بہت زیادہ توجہ دی ہے اور ان مفاہیم کو بیان کرکے ان کی وضاحت کی ہے اور علمی معاشرے کو اس کی طرف لے جانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے ملک کے اسٹریٹیجک پروگراموں کی منصوبہ بندی کرتے وقت اس موضوع کی اہمیت پر زیادہ زور دیا ہے۔

۱۔ بالادستی کی دستاویزات میں علمی و سائنسی اور تحقیقی ترقی کا مقام:

۱. از تہاجم فرہنگی تا جنگ نرم، ص ۱۱-۱۵

۲. ۱۳۷۷/۱۲/۱۲

ملک کی علمی و سائنسی ترقی کے لیے نظام کی بالادستی کی ایک دستاویز کی حیثیت سے ملک کا جامع علمی و سائنسی نقشہ تیار کرنے پر آپ نے ہمیشہ زور دیا اور اس کے لیے کوشش کی ہے[۱]۔ ملک کی اہم پالیسیوں میں جن کا اصلی دائرہ کار رہبر انقلاب اسلامی کی جانب سے معین اور ابلاغ کیا جاتا ہے، سائنس و ٹکنالوجی کے مقام و مرتبے کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے اور ملک کے تیسرے، چوتھے اور پانچویں ترقیاتی پروگرام کی مجموعی پالیسیوں میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ انہوں نے تیسرے ترقیاتی پروگرام کی مجموعی پالیسیوں میں استعداد و صلاحیت کو بڑھانے، تخلیقی صلاحیت اور سائنسی ٹکنالوجی کی ترغیب دلانے، تحقیق کے کام کو مضبوط بنانے اور سائنس و ٹکنالوجی کی طاقت کو بڑھانے پر توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا[۲]۔ اسی طرح چوتھے ترقیاتی پروگرام کی مجموعی پالیسیوں میں درج ذیل امور پر تاکید کی گئی:

دنیا میں علم کی پیداوار میں ملک کے حصے کو بڑھانے کے لیے ملکی وسائل و امکانات کا استعمال اور انہیں منظّم کرنا؛ سافٹ ویئر کی تحریک کو مضبوط بنانا؛ ٹکنالوجی خاص طور پر نئی ٹکنالوجی حاصل کرنا، جن میں ماحولیات، ایرواسپیس، مواصلات اور دیگر جدید ٹکنالوجیاں شامل ہیں؛ سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی پر زور دیتے ہوئے قومی سلامتی کو مضبوط بنانا[۳]۔

اس کے علاوہ پانچویں ترقیاتی پروگرام کی مجموعی پالیسیوں میں موضوعات پر کچھ اس طرح زور دیا ہے:

اعلیٰ تعلیمی اور تحقیقی نظام میں تبدیلی؛ تحقیقی کاموں کے بجٹ میں اضافہ؛ علاقے میں سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں دوسری پوزیشن کا حصول اور پانچویں پروگرام میں اس کو باقی رکھنا؛ صنعت کے تحقیقاتی مراکز اور یونیورسٹیوں کے درمیان موثر تعلق؛ علم، سائنس اور ٹکنالوجی کی پیداوار میں شراکت کے لیے غیر سرکاری اور نجی شعبے کو مضبوط بنانا؛ مطلوب اور درکار جدید ٹکنالوجی کا حصول؛ تعلیم و تربیت کے نظام میں تبدیلی؛ سیاسی علوم کے مقام اور پوزیشن کو مضبوط بنانے کے ذریعے اس میں تبدیلی اور ترقی؛ تعلیمی نصاب، پروگراموں اور طریقوں میں اصلاح اور نظرثانی کے مقصد سے باصلاحیت اور اہل افراد کی بھرتی؛ تحقیقاتی مراکز اور سرگرمیوں کی کمیت اور کیفیت کو بہتر بنانا اور نظریہ پردازی، تنقید اور آزادانہ فکر و سوچ کی ترویج؛

---

۱. بیانات، ۱۳۸۵/۵/۲۳، ۱۳۷۶/۶/۱۲
۲. ابلاغ سیاستھای کلی برنامہ سوم، ۱۳۷۸/۳/۱
۳. ابلاغ سیاستھای کلی برنامہ چھارم، ۱۳۸۲/۹/۱۱

سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں تخلیقی کام کرنے والوں اور دانشوروں کی بامقصد مادی اور معنوی مدد و حمایت میں اضافہ[۱]۔

دفتری نظام کی مجموعی پالیسیوں کے ابلاغی پیغام میں عہدیداروں اور مدیروں کی تقرری اور ترقی میں علمی قابلیت، افرادی قوت اور انسانی وسائل کی معنوی اور روحانی ترقی اور ان کے علم و دانش، تخصص اور مہارت کی سطح بلند کرنے کا راستہ ہموار کرنے؛ عوامی خدمات کو بہتر طریقے سے پیش کرنے کے لیے الیکٹرانک دفتری نظام کی ترقی اور اس کے لیے ضروری اقدامات انجام دینے؛ علمی انتظامی اصولوں کو استعمال اور اسلامی اقدار کی بنیاد پر اطلاعات اکٹھا کرنے کے ذریعے دفتری نظام کو نالج بیسڈ کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے[۲]۔

۲۔ علمی و سائنسی ترقی:

آیت اللہ خامنہ ای نے علم و سائنس کے مسئلے کو ملک کی اہم ترین ترجیحات میں سے قرار دیا ہے[۳] اور وسائنس کے میدان میں سعی و کوشش کو راہِ خدا میں ایک قسم کے جہاد سے تعبیر کیا ہے[۴]۔ انہوں نے سب سے زیادہ زور بنیادی علوم، تحقیق اور علمی و فکری ترقی کے لیے مناسب راستہ ہموار کرنے کی اہمیت پر دیا ہے[۵]۔ وہ ملکی ترقی کو علم پر توجہ سے مشروط قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ملکی ترقی کے تمام راستے علمی و سائنسی ترقی و پیشرفت سے جا کر ملتے ہیں۔ علمی و سائنسی ترقی ٹکنالوجی کی پیشرفت کا باعث بنتی ہے اور ٹکنالوجی کی ترقی و پیشرفت ملک کو ترقی اور رونق دیتی ہے[۶]۔ ان کی نظر میں علم ایک قوم کے اندر عزت نفس اور خود اعتمادی پیدا کرتا ہے اور یہ باعث بنتا ہے کہ یہ ملت عظیم کام انجام دے اور دشوار وادیوں اور میدانوں میں قدم رکھے[۷]۔ علمی و سائنسی قدرت و طاقت کے ذریعے ہی ایک قوم اپنی آواز دنیا والوں کے

---

۱. ابلاغ سیاست ھای کلی برنامہ پنجم توسعہ، ۱۳۸۷/۱۰/۲۱
۲. ابلاغ سیاست ھای کلی نظام اداری، ۱۳۸۹/۱/۳۱
۳. بیانات، ۱۳۸۱/۸/۲۲
۴. ایضاً، ۱۳۸۱/۱۲/۶
۵. ایضاً، ۱۳۸۱/۷/۳
۶. ایضاً، ۱۳۸۳/۹/۱۱
۷. ایضاً، ۱۳۸۳/۱۰/۱۷

کانوں تک پہنچا سکتی ہے اور سیاسی دنیا میں اعلیٰ و برتر سیاست کی حامل ہو سکتی ہے[۱]۔ ان کا کہنا ہے کہ ملک کی ترقی و پیشرفت، عزت اور قومی و اسلامی تشخص، علم و تحقیق کے شعبے میں سنجیدہ کام سے وابستہ ہے[۲]۔ اسی طرح وہ تحقیق، تخلیقی کام، سافٹ ویئر کی تحریک اور یونیورسٹی اور صنعت کے تعلق کو ملک کی سلامتی کا طویل مدت رکن قرار دیتے ہیں[۳]۔ اسلامی جمہوریہ ایران کی علمی مرجعیت ان اہم ترین اہداف و مقاصد میں سے ایک ہے جنھیں رہبر انقلاب اسلامی نے ملک کی علمی و سائنسی ترقی و پیشرفت کے لیے معین کیا ہے[۴]۔

علمی مرجعیت کے دو اصلی محور ہیں:

۱۔ ایرانی، دنیا میں سائنس و ٹکنالوجی کے میدان کی سرفہرست شخصیات قرار پائیں[۵]۔

۲۔ اگر کوئی تازہ ترین اور جدید ترین سائنسی نتائج کو حاصل کرنا چاہے تو وہ فارسی زبان سیکھنے پر مجبور ہو[۶]۔

ان کے خیال میں ملک کی اعلیٰ صلاحیت و گنجائش کی شناخت، زیادہ سعی و کوشش اور راستے کو گم نہ کرنا علمی مرجعیت حاصل کرنے کے اہم ترین عوامل ہیں[۷]۔ آیت اللہ خامنہ ای علم و دانش کے حصول کو اس قدر اہم اور ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر علم ہمارے دشمن کے پاس بھی ہو تو دشمن سے اثر قبول کیے بغیر اسے حاصل کرنا چاہیے[۸]۔ اس بنا پر ان کا خیال ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق علم سیکھنا اور سکھانا سب سے زیادہ اہم ہے لیکن یہ امر غیر صحت مند علمی و ثقافتی تبادلے میں تبدیل نہیں ہونا چاہیے جیسا

---

۱. ایضاً، ۱۳۸۴/۱۰/۲۹

۲. ایضاً، ۱۳۸۶/۷/۹

۳. ایضاً، ۱۳۸۸/۶/۴

۴. ایضاً، ۱۳۸۴/۲/۱۴

۵. بیانات، ۱۳۸۳/۱۰/۱۷

۶. ایضاً، ۱۳۸۴/۲/۱۴، ۱۳۸۶/۶/۱۲، ۱۳۸۵/۸/۱۸

۷. ایضاً

۸. ایضاً، ۱۳۷۰/۳/۲۸

کہ گزشتہ شہنشاہی حکومت میں معمول بن گیا تھا[۱]۔ ان کی نظر میں ملک میں موجود استعداد و قابلیت کو بر ملا کرنے کے لیے دوسرے کے علم و دانش سے استفادہ کرنا چاہئے[۲]۔

ان کی نظر میں علمی و سائنسی ترقی و پیشرفت کے لیے کی جانے والی کوششیں اس حد تک ہونی چاہئے کہ آئندہ پچاس سال کے دوران ایران پوری دنیا کو علم بر آمد کرنے والا ملک اور ایک علمی مرجع بن جائے[۳] اور فارسی زبان بھی دنیا کی علمی زبان کے طور پر جانی جائے[۴]۔ ان کا خیال ہے کہ تمام شعبوں میں سائنس کے مضامین ہوں یا سماجیاتی علوم کے، علم کی پیداوار عمل میں آنی چاہیے اور علم کا صنعت کے ساتھ رابطہ بھی قائم ہونا چاہیے[۵]۔

۳۔ دانشوروں کی تربیت کے لیے راستہ ہموار کرنا:

دانشوروں کی تربیت کے لیے راستہ ہموار کرنا اور دانشوروں کی صلاحیت و استعداد کی شناخت کرنا ایسے مسائل ہیں کہ جن پر رہبر انقلاب اسلامی نے بہت زور دیا ہے[۶]۔ وہ دانشوروں کو قومی سرمایہ[۷] اور معنوی و روحانی سرمایہ[۸] سمجھتے ہیں اور اسی بنا پر خاص تاکید کی ہے کہ ملکی حکام دانشوروں پر خصوصی توجہ دیں۔ اسی بنا پر دانشوروں کی قومی تنظیم کی تشکیل رہبر انقلاب اسلامی کی خصوصی کوششوں سے ہی عمل میں آئی۔

۴۔ تحقیق کی بھرپور حمایت:

---

۱. ایضاً، ۱۳۷۱/۲/۹

۲. ایضاً، ۱۳۷۰/۹/۱۲

۳. ایضاً، ۱۳۸۱/۹/۷

۴. ایضاً، ۱۳۸۴/۱/۳۰

۵. ایضاً، ۱۳۸۲/۵/۱۵

۶. بیانات، ۱۳۸۳/۷/۵

۷. پرسش و پاسخ در جمع دانشجویان و استادان دانشگاہ صنعتی امیر کبیر، ۱۳۷۹/۱۲/۹

۸. بیانات، ۱۳۸۴/۲/۱۴

آیت اللہ خامنہ ای کا خیال ہے کہ تحقیق کے دروازے کو کھلا رکھنا چاہیے اور مختلف اداروں، صنعتی کارخانوں، نجی شعبے اور سرکاری اداروں کے مدیروں اور حکام کو تحقیق کے مسئلے پر بہت زیادہ کام اور کوشش کرنی چاہیے تاکہ صنعتیں اپنے پیشرفتہ اور جدید حریفوں کے ساتھ مقابلے میں پیچھے نہ رہیں اور باقی رہ سکیں[۱]۔ وہ تحقیقات کو ایک سمت دینے پر زور دیتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ تحقیقات کو ایک واضح سمت کی طرف لے جایا جانا چاہیے اور تحقیقات کے کام میں پراگندگی اس کے کم فائدہ مند ہونے کا باعث بنے گی[۲]۔ بنا پر اس سلسلے میں انہوں نے جو اہم ترین کام اور راستہ بیان کیا ہے، وہ ملک میں علمی و تحقیقاتی شہر قائم کرنے کے سلسلے میں مدد و حمایت کی ضرورت[۳]، سائنس و ٹیکنالوجی پارکوں کا قیام[۴] اور ملکی محققین کے علمی سائنسی مقالات اور مضامین کی اشاعت کے لیے اسلامی I.S.I جریدوں کا اجراء ہے[۵]۔

۵۔ علمی خود کفالت اور ساجیاتی علوم میں تبدیلی کی ضرورت:

آیت اللہ خامنہ ای کا ترجمہ کے علم، ثقافت اور فکر و سوچ سے اجتناب پر تاکید کرتے ہوئے یہ کہنا ہے کہ عقل و خرد، تجزیہ و تحلیل اور داخلی فہم و ادراک کا استعمال کیے بغیر مغربی دنیا کی پروپیگنڈہ لہر سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے اور ترجمہ کے علم، نظریہ اور فکر و سوچ کی طرف رخ نہیں کرنا چاہیے[۶]۔ اس بنا پر وہ جدت کے بغیر ترجمہ اور تقلید کو پیشرفت نہیں پسماندگی سمجھتے ہیں اور ملک کی قدرت و طاقت کی حیثیت سے اندر سے پیدا ہونے والے علم پر زور دیتے ہیں[۷]۔ وہ ترجمہ کے بجائے علمی اقتباس کا راستہ اپنانے کی تجویز پیش کرتے ہیں[۸]۔

---

۱. ایضاً، ۱۳۸۹/۱/۹
۲. ایضاً، ۱۳۸۰/۹/۱۹
۳. ایضاً، ۱۳۸۰/۹/۱۹
۴. ایضاً، ۱۳۸۵/۵/۲۳
۵. ایضاً، ۱۳۸۴/۷/۳
۶. بیانات، ۱۳۸۲/۹/۲۶
۷. ایضاً، ۱۳۸۵/۸/۱۸
۸. ایضاً، ۱۳۸۱/۷/۳

آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں ملک کی علمی تبدیلی میں ایک ضرورت سماجی علوم میں تبدیلی ہے۔اس علم کو اسلامی رخ دیا جائے اور یونیورسٹیوں کا ماحول اسلامی مفاہیم سے جڑا ہوا ہو۔ان کا خیال ہے کہ اسلامی اہداف کے قریب ہونے کا عمل یونیورسٹیوں، یونیورسٹی کی کتابوں، اساتذہ اور یونیورسٹی کی فضا میں نظر آنا چاہیے[۱]۔ ان کی نظر میں سماجی علوم کے شعبے کو نظریہ پردازی کی ضرورت ہے[۲] اور قانون، اقتصاد و معاشیات، سیاست اور سماجی علوم کے دیگر بنیادی شعبوں کو تشکیل دینے والے بنیادی مفاہیم ملک کے اندر تحقیق اور جدت کے ذریعے پیدا کیے جا سکتے ہیں اور اس سلسلے میں حوزہ علمیہ اور اسلام پر ایمان و یقین رکھنے والے اساتذہ تحقیق و جستجو کے ساتھ اقدام کر سکتے ہیں[۳]۔ اسلامی سماجی علوم کے مغربی سماجی علوم سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ اگر ان دونوں کا باہم ملنا، مغربی سماجی علوم کے مقابل مجذوب اور مغلوب ہونے کے معنی میں نہ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے[۴]۔

۶۔ ملک میں سافٹ ویئر تحریک کے آغاز کی ضرورت:

ایک اہم نکتہ جس پر آیت اللہ خامنہ ای نے خاص طور پر ۱۳۸۰ھ ش کے اوائل میں بہت زیادہ زور دیا، علم، علم کی پیداوار اور علم کی سرحدوں کو توڑنے کے سلسلے میں ایک عظیم حرکت اور تحریک شروع کرنے کے معنی میں سافٹ ویئر کی تحریک کا موضوع تھا[۵]۔ ان کا خیال ہے کہ سافٹ ویئر کی تحریک میں صرف سیکھنے پر قناعت نہ کی جائے بلکہ ہدف و مقصد تحقیق، تعلیم، علم کی پیداوار اور اس مقام پر پہنچنا ہو کہ جہاں سے علمی جدت شروع ہوتی ہے[۶]۔ اسی طرح تقلید اور ترجمہ کی حالت سے باہر نکلنا[۷] اور علم، امن و سلامتی، دانشوروں کی تربیت، قومی قدرت و اقتدار اور آگے کی سمت لے جانے والے کاموں اور جدت طرازی جیسے

---

۱. ایضاً، ۱۳۷۱/۹/۱۰
۲. ایضاً، ۱۳۸۷/۲/۱۴
۳. ایضاً، ۱۳۸۲/۸/۸
۴. ایضاً، ۱۳۸۴/۱۰/۲۹
۵. بیانات، ۱۳۸۳/۱۰/۱۷
۶. ایضاً، ۱۳۸۲/۸/۸
۷. ایضاً، ۱۳۸۲/۸/۱۵

مفاہیم کے بارے میں عوام کی حساسیت اور توجہ کے بڑھنے کی ضرورت کو انہوں نے سافٹ ویئر تحریک کی دیگر خصوصیات میں سے قرار دیا ہے[۱]۔

۷۔ یونیورسٹیوں اور ان سے وابستہ افراد پر بھرپور توجہ:

آیت اللہ خامنہ ای جتنی اہمیت علم کو دیتے ہیں اتنی ہی اہمیت یونیورسٹی کے طلبا اور اس سے منسلک افراد کو دیتے ہیں اور اسی بنا پر وہ ہر سال یونیورسٹیوں کے طلبا اور اساتذہ سے ملاقات کرتے ہیں اور ان کی باتیں اور نظریات سنتے ہیں۔ وہ یونیورسٹیوں کے بارے میں اس بات پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں کہ یونیورسٹیوں کا ماحول اسلامی ہونا چاہیے اور وہاں فکر و سوچ کی آزادی ہونی چاہیے۔ آیت اللہ خامنہ ای کے بیان میں علم دین کے ساتھ، سعی و کوشش اخلاق کے ساتھ، افکار و نظریات کا تبادلہ کھلے دل کے ساتھ، مضامین کا تنوع یکساں ہدف کے ساتھ، سیاسی کام نفس کی سلامتی کے ساتھ، گہرا غور و فکر سرعت عمل کے ساتھ اور خلاصہ یہ کہ یونیورسٹیوں میں دنیا ہمیشہ آخرت کے ساتھ ہونی چاہیے[۲]۔ ان کی نظر میں یونیورسٹی ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی ہے جس میں علم کو ایک حقیقی قدر سمجھا جائے اور افراد اس میں پیسہ کمانے کے لیے تعلیم حاصل نہ کریں[۳]۔

آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں آزاد اندیشی یعنی آزادانہ سوچنا، آزادانہ فیصلہ کرنا، ترجمہ تقلید اور دنیا کے پروپیگنڈے کے زیر اثر مغرب کی تشہیراتی آوازوں کے پیچھے نہ چلنا ہے[۴]۔ آزاد اندیشی، جدت طرازی اور تحول و تبدیلی کے راستے کو کھلا رکھنا چاہیے اور یہ کام خود دانشوروں اور سرگرم طلبا کے ہاتھوں انجام پانا چاہیے تاکہ قومی تشخص کی بنیادیں اور ڈھانچہ کمزور نہ ہو۔ ہمیں نئی بات اور جدت طرازی کی طرف جانا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ نئی بات تخریب کے لیے نہ ہو بلکہ ترمیم اور تکمیل کے لیے ہو[۵]۔ اس سلسلے میں ان کا کہنا ہے کہ اظہار خیال کے لیے طلبا کو ایک پلیٹ فارم مہیا کرنے

---

۱. ایضاً، ۱۳۸۳/۹/۱۱
۲. پیام بہ دانشجویان، ۱۳۷۵/۷/۳
۳. پرسش و پاسخ با دانشجویان در دانشگاہ تہران، ۱۳۷۷/۲/۲۲
۴. بیانات، ۱۳۸۲/۸/۱۵
۵. ایضاً، ۱۳۸۵/۸/۱۸

کے سلسلے میں ایک صحت مند ماحول پیدا کرنے کے لیے یونیورسٹیوں میں آزاد اندیشی کی چیئرز قائم کی جائیں[۱]۔

۸۔ علم دین اور اخلاق کے ہمراہ ہونے کی ضرورت:

آیت اللہ خامنہ ای علم کے رجحان کی دین کے رجحان کے ساتھ ناسازگاری کے نقطۂ نظر کو مسترد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی علمی برتری کی وجہ جو کئی صدیوں تک جاری رہی، اسلام کی علم و دانش پر توجہ تھی[۲]۔ اس نقطۂ نظر کے ساتھ انہوں نے ہمیشہ علمی ترقی و پیشرفت کے اخلاقی اقدار کے ہمراہ ہونے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور ان کا یہ خیال ہے کہ "علم کو اخلاق اور ایمان کے ہمراہ ہونا چاہیے تاکہ ہمیں اس مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے جس کا مغرب کو سامنا کرنا پڑا؛ کیونکہ علم مغرب کے لیے ظلم، اخلاقی گمراہی و بے راہ روی اور گمراہ کن ثقافتوں کا وسیلہ و ذریعہ بن گیا"[۳]۔ ان کی نظر میں اگر انسان مختلف علوم حاصل کر لے لیکن صحیح انسانی تعلقات کو نہ جانے، عوام کی زندگی پر ہٹ دھرمی کی حکمرانی ہو، معرفت وانسانیت کا نور نہ ہو تو جہالت کا شکار ہے[۴]۔ ان کی نظر میں اسلامی ایران عاقلانہ، منطقی اور علمی طور پر اور جدید طرز پر زندگی گزارنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی اخلاقی اقدار اور دینی ایمان کا بھی پابند رہنا چاہتا ہے[۵]۔ ایک اہم مسئلہ جس پر وہ اپنی تقریروں میں خصوصی طور پر زور دیتے ہیں، علمی ہونے اور مغربی ہونے کے درمیان فرق کی ضرورت ہے۔ وہ ایسا علم حاصل کرنے پر زور دیتے ہیں جو انسانیت، عدل وانصاف، امن و صلح اور سلامتی کے لیے ہو نہ کہ وہ علم جو جنگ، تشدد، برائیوں، منشیات، قوموں پر جارحیت اور جنگ و خونریزی کے لیے ہو[۶]۔

---

۱. ایضاً، ۱۳۸۸/۶/۸

۲. ایضاً، ۱۳۷۰/۱۱/۱۵

۳. ایضاً، ۱۳۸۵/۶/۲۵

۴. بیانات، ۱۳۷۰/۱۱/۱۳

۵. ایضاً، ۱۳۸۹/۱/۹

۶. ایضاً، ۱۳۸۶/۲/۲۵

۹۔ جوہری ٹکنالوجی سے بہرہ مند ہونا:

آیت اللہ خامنہ ای نے ملک کی سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں ترقی و پیشرفت کے لیے ایٹمی ٹکنالوجی حاصل کرنے اور اس سے بہرہ مند ہونے پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور انہوں نے اس شعبے میں علمی و سائنسی ترقی و پیشرفت کو بہت زیادہ خصوصیات اور امتیازات کا حامل قرار دیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ ملک کے بااستعداد اور باصلاحیت نوجوانوں، مفکرین اور سائنس دانوں نے بغیر کسی مدد کے چند سال کے دوران آہستہ آہستہ اس ٹکنالوجی کو حاصل کر لیا ہے[۱]۔ ان کی نظر میں ملک میں یہ ٹکنالوجی ختم نہیں ہو گی اور اسے ختم نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ اسے کسی سے ادھار یا مانگ کر نہیں لیا ہے، اسے ملک کے باصلاحیت سائنس دانوں نے حاصل کیا ہے۔ اس بیش قیمت علم و دانش کو نہ حکومت، نہ حکام اور نہ ایٹمی توانائی کا ادارہ اور نہ ہی کسی بھی شخص کو ضائع کرنے کا حق ہے اور نہ ہی وہ اس پر سودے بازی کر سکتا ہے[۲]۔ رہبر انقلاب اسلامی نے اپنی تقریروں میں ہمیشہ نہ صرف یہ کہ ایٹمی ٹکنالوجی کو حاصل کرنے کے لیے علمی و سائنسی سرگرمیوں کو نہ روکنے پر زور دیا ہے بلکہ اس سلسلے میں مطالعات کو مزید وسعت دینے کی ہدایت بھی کی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے دنیا میں چوتھی اور پانچویں نسل کی سینٹری فیوج مشینوں کی تیاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس ٹکنالوجی اور حتیٰ اس سے بھی برتر ٹکنالوجی کو حاصل کرنے کی ضرورت پر زور دیا[۳]۔ وہ ایٹمی ٹکنالوجی کے حصول میں تاخیر کو غلط سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اگر آج ملت ایران نے اس علم اور ٹکنالوجی کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کی تو کل دیر ہو جائے گی اور یہ سب اس لئے ہے تاکہ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کو تیل ختم ہونے کے بعد مغرب والوں کی جانب ہاتھ نہ پھیلانا پڑے[۴]۔

فوج، دفاع اور پولیس کے امور

---

۱. ایضاً، ۱۳۸۲/۱/۱

۲. ایضاً، ۱۳۸۲/۸/۱۱

۳. بیانات، ۱۳۸۵/۳/۲۵

۴. ایضاً، ۱۳۸۸/۹/۱۵

اسلامی جمہوریہ ایران کی مسلح افواج کے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے آیت اللہ خامنہ ای کی فوجی اور دفاعی امور پر اسٹریٹیجک نظر ہے اور آپ دفاعی اور فوجی مراکز اور تنصیبات کے معائنے میں اصلی مواقف اور پالیسیاں پیش کرکے اور مختلف اقدامات کرکے مسلح افواج کے اخلاق، روحانیت کے ساتھ ساتھ فوجی اور دفاعی ترقی و پیشرفت اور نتائج کے بارے میں ترغیب دلاتے ہیں اور اس کے علاوہ فرض شناسی اور ایمان کے ساتھ تخصص پر زور دیتے ہیں[۱]۔ وہ مسلح افواج کی جانب سے اخلاقی و انقلابی اقدار کی پابندی اور ملک کی سرنوشت اور تقدیر کے ساتھ وفاداری کو اسلامی جمہوریہ ایران میں عسکری رجحان کے بارے میں دشمن کے مخاصمانہ پروپیگنڈے کی وجہ قرار دیتے ہیں[۲]۔ مسلح افواج کی خصوصیات اور اپنی قیادت ورہبری کے دور میں آیت اللہ خامنہ ای کی ان سے توقعات کچھ اس طرح ہیں:

الف: فوجی علم و دانش اور ایمان کی طاقت کا امتزاج: آیت اللہ خامنہ ای مسلط کردہ جنگ میں دشمن کی شکست اور ناکامی کی وجہ مجاہدین اسلام کے ایمان اور روحانیت کے عظیم سرمائے کو قرار دیتے ہیں اور وہ اس کے مقابلے میں جنگی ساز وسامان کے فیصلہ کن کردار کے قائل نہیں ہیں[۳]۔

ب: مجاہدین اسلام کی قدردانی: آیت اللہ خامنہ ای مسلح افواج کے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے ملت ایران کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ جنگ کے دوران ایثار و فداکاری کا مظاہرہ کرنے والوں کی قدردانی کرے اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرے جنہوں نے حق و باطل کے معرکے میں اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مجاہدین کی شجاعت و بہادری، کارناموں، جذبۂ ایمانی اور فتح کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کی نظر میں مجاہدین کے صحیفۂ لوح ودل، واقعات اور یادوں سے بھرے ذہن اور فولادی ارادوں کو کہ جن پر بڑی طاقتوں کے جدید ہتھیاروں کا کوئی اثر نہیں تھا، آسانی کے ساتھ بیان نہیں کیا جاسکتا[۴]۔

---

۱. اصول و رہیافت ہای ہنر اسلامی در کلام رہبری، ص ۳۸

۲. ارتش کلمہ طیبہ، ص ۱۹۶، ۱۹۰

۳. ارتش کلمہ طیبہ، ص ۴۰۵

۴. پایگاہ، بش

ج: **اسلامی جمہوری نظام کے دو طاقتور بازوؤں کے طور پر فوج اور سپاہ کو مضبوط بنانا:** رہبر انقلاب اسلامی نے جو مسلح افواج کے سپریم کمانڈر بھی ہیں اور ان کی فوجی مسائل پر گہری نظر ہے، اسلامی جمہوریہ ایران کی فوج کی کارکردگی کا اسلامی انقلاب سے پہلے کی کارکردگی سے موازنہ کرتے ہوئے ہمیشہ ان دو اداروں کو مضبوط بنانے کی کوشش کی ہے اور نظام کے دو مضبوط بازوؤں کے طور پر ان کے باہمی تعاون اور کردار پر زور دیا ہے[1]۔ البتہ رہبر انقلاب اسلامی ان کی ایک دوسرے سے الگ ذمہ داریوں پر بھی یقین رکھتے ہیں[2]۔ آئین کی رو سے سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کی مرکزی ذمہ داری اسلامی انقلاب اور اس کے نتائج کا تحفظ اور اسلامی جمہوریہ ایران کی فوج کی ذمہ داری ملک کی آزادی و خود مختاری اور ارضی سالمیت کا تحفظ کرنا ہے۔

د: **بحریہ:** آج کی دنیا میں سمندر اور بحری نقل و حمل اور اشیاء کو منتقل کرنے میں سہولت کے لحاظ سے ہوائی اور زمینی نقل و حمل کی نسبت سستی ہے۔ فوجی لحاظ سے بھی ہر ملک میں بحریہ، فوجی مشن انجام دے کر دفاعی یا جارحانہ کاروائیوں میں دوسری افواج کے ساتھ شرکت کرتی ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے ہمیشہ مسلح افواج خصوصا بحریہ کو مضبوط بنانے پر زور دیا ہے۔ ان کی نظر میں بحریہ ایک اسٹریٹجک فورس ہے جس کی سرگرمیاں داخلی سمندر کے علاوہ آزاد اور بین الاقوامی سمندر تک پھیلی ہوتی ہیں۔ انہوں نے خلیج فارس کے علاقے کو حساس قرار دیتے ہوئے اس علاقے کو ایسے غاصبوں اور بڑی طاقتوں کے طاقت کے مظاہرے کا مقام قرار دیا کہ جن کے نزدیک قوموں کی خود مختاری اور عزت و حیثیت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے[3]۔ وہ ایران کی جانب سے پوری تاریخ کے دوران بحری امور پر توجہ نہ دینے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: غیر ملکی طاقتوں کی جانب سے ایران کے سمندری علاقوں پر قبضے کی وجہ سے ایران کی بندرگاہوں پر ایک عرصے تک غیر ملکی طاقتوں کا

---

۱. ارتش کلمہ طیبہ، ص ۱۹۹-۲۰۸

۲. حدیث، ج ۳، ص ۳۰۰-۳۰۱

۳. بیانات، ۱۲/۱۰/۷۰ ۱۳

قبضہ رہا[1]۔ انہوں نے شمال کے سمندر اور جنوبی سمندر خاص طور پر خلیج فارس اور بحیرہ عمان میں بحریہ کو جدید ساز وسامان اور آلات و وسائل سے لیس کرنے کو اس کی ترجیح قرار دیا[2]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے جنگ میں بحریہ کے کردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ سوال اٹھایا کہ علاقے سے باہر کے حملوں اور جنگوں میں اسلامی جمہوریہ ایران کی بحریہ کا کیا مقام ہے؟[3]۔ ۱۹اسفند ۱۳۸۶ھ ش کو بحریہ کے کمانڈر سے ملاقات میں بحریہ کے کام کی حساسیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بحیرہ عمان میں اس کی ذمہ داریوں کو اس کے لیے ایک موقع قرار دیا اور بحر ہند میں دشمن کی وسیع پیمانے پر موجودگی کو اس علاقے میں کام کے اہم ہونے کی وجہ اور ایک دشوار کام بتایا۔ ان کے بقول خلیج فارس میں جنگ گھر کے اندر جنگ ہے جبکہ بحیرہ عمان میں گھر سے باہر جنگ ہے[4]۔ ۶ آذر ۱۳۸۷ھ ش کو اسلامی ایران کی فوج کی بحریہ کے کمانڈروں اور حکام سے ملاقات میں انہوں نے وسائل کے محدود ہونے اور ان میں سے بعض کے قدیم اور پرانے ہونے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بجٹ اور ترجیحات کو فوجی طاقت میں اضافے کا سبب قرار دیا۔ آیت اللہ خامنہ ای نے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے بحیرہ عمان کے عظیم، طویل اور انتہائی حساس ساحل کو ایک پوشیدہ خزانے کی مانند قرار دیا[5]۔ انہوں نے علاقے کی تبدیلیوں میں کامیابیوں کو اسلامی نظام کے خلاف ہنگامہ آرائی اور دشمنی کی ایک وجہ قرار دیا اور ملک کے وسیع ساحلوں خاص طور پر بحیرہ عمان اور مکران کے علاقے کو عظیم قومی سرمائے سے تعبیر کیا[6]۔

ھ: **مسلح افواج سے توقعات:** نفس کی پاکیزگی، مجاہدت اور جدوجہد کے ساتھ ساتھ روحانیت اور معنویت میں اضافہ، علمی اور فوجی بنیادوں کو مضبوط بنانا، ایک نیک سیرت اور باایمان مسلمان کا نمونہ، جدید ٹکنالوجی سے لیس ہونا ایسی توقعات ہیں جو مسلح افواج سے سپریم کمانڈر کی توقعات کا حصہ ہیں۔ وہ مسلح

---

۱. راہبر دحماسہ...، ص ۷-۱۲
۲. ایضاً، ص ۱۴
۳. ایضاً، ص ۲۰-۲۱
۴. ایضاً، ص ۲۳-۲۵
۵. ایضاً، ص ۲۷-۳۴-۳۶
۶. بیانات، ۱۳۹۱/۹/۷

افواج کے جوانوں اور افسروں سے چاہتے ہیں کہ وہ اپنی علمی و فوجی بنیادوں کو مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ خود کو روحانی اور دینی لحاظ سے بھی مضبوط بنائیں اور ایک پاک ، باایمان، نیک سیرت، خوش اخلاق اور معرفت کے حامل ایک مسلمان کا نمونہ بنیں[۱]۔ انہوں نے دانشور اور مفکر نوجوانوں کی ہمت و کوشش اور ماہرین کی مدد سے جدید ترین ٹکنالوجی سے لیس اور مسلح ہونے کے ساتھ ساتھ تعمیری روح کا حامل ہونے کو بھی مسلح افواج کا لازمہ قرار دیا[۲]۔ ۶ آذر ۱۳۸۷ھ ش کو اسلامی جمہوریہ ایران کی فوج کی بحریہ کے کمانڈروں سے ملاقات میں بحریہ کے مشن کو پیچیدہ قرار دیتے ہوئے کمانڈروں کو ہدایت کی کہ وہ وسائل و امکانات اور سازوسامان کا جائزہ لے کر انہیں آپریشنل بنائیں اور اپ گریڈ کریں[۳]۔

و: **مسلح افواج کی قوت و طاقت کا راز:** مسلح افواج کی قوت وطاقت اور تیاری اسلامی نظام کی ارضی سالمیت کے دفاع اور اقدار کے تحفظ میں اہم کردار کی حامل ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے اس سلسلے میں مسلح افواج کی آمادگی کو انتہائی اہم قرار دیا ہے اور جنگ کے زمانے کی مانند امن اور تعمیر نو کے دور میں مسلح افواج کے کردار پر زور دیا ہے اور جنگی تیاری کو ان افواج کی پہلی ترجیح اور اس کے اندر (Upgradation) کو اس کے بعد کی ترجیح قرار دیا ہے[۴] اور انہوں نے فوج کے جوانوں اور افسروں کو ہدایت کی کہ وہ اپنی آمادگی اور اتحاد و یکجہتی کو باقی رکھیں اور اپنی ذمہ داری کے احساس کو ہاتھ سے نہ جانے دیں[۵]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے فریضے سے پیچھے رہ جانے اور اسے ادا نہ کرنے کو امن کے زمانے میں مسلح افواج کے لئے ایک مصیبت قرار دیا اور انہیں ہدایت کی کہ اگر برسوں تک جنگ نہ ہو تو بھی پوری طرح تیار رہنا چاہیے تاکہ ملت ایران یہ محسوس کرے کہ وطن کی حفاظت کرنے والے ہمیشہ اور ہمہ وقت اپنی

---

۱. ارتش کلمہ طیبہ، ص ۸۷
۲. ایضاً، ص ۶۳-۶۴
۳. راہبر د حماسہ، ص ۲۹-۳۲-۳۳
۴. پایگاہ، بش
۵. ارتش کلمہ طیبہ، ص ۳۰۴-۳۰۵

جان قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ان کی نظر میں مسلح افواج کے دفاعی اقدامات ان لوگوں کے سامنے استقامت اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں جو ایک قوم کے عظیم مقاصد اور آرزوؤں کے خلاف صف آرا ہیں[۱]۔ ۲۶ مہر ۱۳۷۷ھ ش کو انہوں نے جنگ کے بعد، دلوں میں معنویت اور روحانیت کی شمع فروزاں کے خاموش ہونے کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ "بعض پاکیزہ اور باایمان نوجوانوں نے جنگ ختم ہونے کی بات سن کر سوگ منایا اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ شہادت اور معنویت و روحانیت کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ بے شک جہاد بہشت کا ایک دروازہ ہے لیکن جہاد کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے ایک میدان جنگ میں جہاد کرنا ہے۔[۲] دفاعی اور فوجی امور میں آیت اللہ خامنہ ای کے اہم اقدامات کو کچھ اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

الف: اسلامی انقلاب کی کمیٹیوں، شہربانی کے نام سے اسلامی جمہوریہ ایران کی پولیس اور اسلامی جمہوریہ ایران کی ملیشیا فورس کا ادغام اور اسلامی جمہوریہ ایران کی پولیس کی تشکیل: اس کام کا ہدف و مقصد فرائض و ذمہ داریوں میں عدم مداخلت، پولیس کی فکر و عمل اور گفتار و رفتار میں وحدت نظر، ملک کے اندر اور سرحدوں پر امن و امان کا قیام اور اخراجات میں کمی قرار دیا گیا تھا۔ ادغام کا منصوبہ مجلس شورای اسلامی میں منظوری، شورای نگہبان کی تائید اور سپریم کمانڈر کی توثیق سے عمل درآمد کے مرحلے میں پہنچ گیا۔

ب: سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کی تشکیل نو: آیت اللہ خامنہ ای فوج اور پولیس کی حمایت کے ساتھ ساتھ سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کے خصوصی مقام کے قائل ہیں اور اسے انقلاب کا ثمرہ قرار دیتے ہیں[۳]۔ ان کی نظر میں جنگ کے دشوار برسوں کی مجاہدت اور جدوجہد کا بھاری بوجھ اس انقلابی ادارے کے کاندھوں پر تھا جس کے افراد کم نظیر معنوی اور الٰہی نعمت سے بہرہ مند ہیں۔ اس فورس کی ایک اور نعمت جہاد کی نعمت ہے اور مسلح جہاد کی فضیلت کا دیگر فضیلتوں سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا[۴]۔

ج: فوجی مشقیں: فوجی مشقوں کے انعقاد کے اہداف و مقاصد درج ذیل ہیں:

---

۱. بیانات، ۱۳۸۲/۱/۱

۲. پایگاہ، ب ش

۳. حدیث، ج ۳، ص ۳

۴. بیانات، ۱۳۷۲/۶/۲۶

مسلح افواج کی قدرت و طاقت اور دھمکیوں اور خطروں کے مقابلے میں اس کی دفاعی طاقت کا مظاہرہ کرنا اور فوج کی آمادگی اور تیاری کو باقی رکھنا۔ آیت اللہ خامنہ ای نے ۲۵ خرداد ۱۳۷۴ھ ش کو سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کی عاشورا نامی فوجی مشق میں دنیاوالوں کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ایران حملہ کرنے والا، بدعنوان اور ظلم و ناانصافی کرنے والا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے کہا کہ یہ قوم جھکنے والی بھی نہیں ہے اور فوجی، ایٹمی اور دوسری دھمکیوں کا اس قوم پر کوئی اثر نہیں ہے[1] (بیانات، ۱۳۷۴/۳/۲۵)۔ ۳ خرداد ۱۳۷۵ھ ش کو ولایت نامی عظیم فوجی مشقوں میں شرکت کرنے والوں سے ملاقات میں انہوں نے مسلح افواج کی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے لیے اسے ایک انقلابی، تعمیری، امیدافزا اور اہم اقدام قرار دیا اور امید ظاہر کی کہ اس کے نتائج بھی مسلح افواج کے لیے مفید اور اہم ثابت ہوں گے۔ ان کی نظر میں اسلامی جمہوریہ ایران کی مسلح افواج قوموں اور ملکوں کے لئے خطرہ نہیں ہیں بلکہ صرف حملہ آوروں کو منہ توڑ جواب دیں گی[2]۔ ۵ مہر ۱۳۷۶ھ ش کو ذوالفقار فوجی مشقوں میں فوجی طاقت کو اس ملک لیے اہم ترین اور ضروری ترین قرار دیا جو دوسری طاقتوں کی جارحیت کا نشانہ بنتا ہے۔ انہوں نے فوجی طاقت کے عوامی، خودکفیل اور کارآمد ہونے کو سیاسی نظاموں کا لازمہ قرار دیا[3]۔

د: اعلیٰ کمان کے ادارے کا قیام اور ادارے کے بعض عناوین میں تبدیلی:

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے اوائل میں امام خمینی کے پاس سپریم کمانڈر کا عہدہ تھا لیکن بعد میں زیادہ ذمہ داریوں اور ناسازی طبع کی بناپر سپریم کمان کے ادارے کے قیام کا حکم جاری کیا۔ جنگ کے اواخر میں مسلح افواج کے درمیان زیادہ ہم آہنگی اور حکومت کی حمایت کے لیے سپریم کمان کا ادارہ قائم کیا گیا؛ مسلح افواج کی رہنمائی اور نگرانی کرنا اور پالیسیاں بنانا اس ادارے کے فرائض میں شامل ہے[4]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے ۲۱ اسفند ۱۳۶۸ھ ش کو کمانڈر اعلیٰ کی حیثیت سے اعلیٰ کمان کے ادارے کے حکام سے ملاقات میں سپاہ اور فوج کے درمیان ہم آہنگی اور مسلح افواج کی رہنمائی کو اس ادارے کے قیام کے

۱. ایضاً، ۱۳۸۲/۱/۱
۲. بیانات، ۱۳۷۵/۳/۳
۳. ارتش کلمہ طیبہ، ص ۲۸۸/۲۸۷
۴. فرہنگ نامہ...، ص ۱۷۱/۱۷۰

اہم مقاصد میں سے قرار دیا۔ انہوں نے اس ادارے کو سلسلۂ مدارج کے اعتبار سے ان دو فوجی اداروں سے برتر اور اعلیٰ قرار دیا اور فرائض اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے بھی مکمل طور پر مختلف قرار دیا[۱]۔ مسلح افواج کے اعلیٰ ترین فوجی مرجع کی حیثیت سے اس ادارے کو مسلط کردہ جنگ کے اواخر میں قائم کیا گیا۔ آیت اللہ خامنہ ای نے ۲۱ دی ۱۳۶۹ھ ش کو فوج اور پولیس کے اعلیٰ رتبہ کمانڈروں سے ملاقات میں سپریم کمان کو مسلح افواج کا اصلی محور و مرکز اور معنوی امر قرار دیا[۲]۔ ۲۵ دی ۱۳۷۰ھ ش کو انہوں نے جنرل سید حسن فیروزآبادی اور جنرل محسن رضائی کے نام فرمان جاری کرکے سپریم کمان کے ادارے کا نام بدل کر جنرل اسٹاف مسلح افواج اور جنرل اسٹاف سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کا نام تبدیل کرکے جوائنٹ اسٹاف سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی رکھ دیا[۳]۔

ھ: فوجی تربیت: مسلح افواج کا کارآمد ہونا فوجی تربیت اور تربیتی کورسوں کے کارآمد ہونے کے تابع ہے۔ فوجی تربیت کے مراکز اور تربیتی امور پر توجہ دینا اور ان کے نتائج سے آگاہی فوج کے اعلیٰ حکام اور کمانڈروں کی اہم ترین ذمہ داریوں اور فرائض میں شامل ہے۔ سپریم کمانڈر جنگ کو تجربے کا میدان اور زیادہ مضبوط ہونے کا مقام سمجھتے ہیں کہ روز بروز اور لحظہ بہ لحظہ جس سے درس حاصل کرنا چاہیے۔ رہبر انقلاب اسلامی فوجی کاروائیوں اور آپریشن کی بنیاد پر تعلیمی اور تربیتی متون اور کورس کی تدوین پر زور دیتے ہیں[۴]۔

آبان ۱۳۶۹ کو انہوں نے فضائیہ یونیورسٹی میں مہمانوں کی کتاب میں اپنے تاثرات درج کیے اور اس یونیورسٹی کے اساتذہ کو حقیقی ترقی و پیشرفت اور کامیابی کے راز کے طور پر ان تین نکتوں کی یاد دہانی کرائی: حرکت کو جاری رکھنا، کیفیت اور کوالٹی کو اہمیت دینا اور اپنے اور کیڈٹس کے تقویٰ کے لیے کوشش کرنا[۵]۔ ۱۸ بہمن ۱۳۶۹ھ ش کو اسلامی جمہوریہ ایران کی فوج کے ہوائی یونٹ کے اہلکاروں سے ملاقات کے دوران انہوں نے منظم طریقے اور منصوبہ بندی سے اعلیٰ تربیت جاری رکھنے کی ہدایت کی اور دفاع کو ایک

---

۱. حدیث، ج ۳، ص ۳۰۰-۳۰۳
۲. ایضاً، ج ٦، ص ۱۵۸-۱۵۹
۳. انصابھا، ۱۳۷۰/۱۰/۲۵
۴. بیانات، ۱۳۶۸/۷/۱۳
۵. حدیث، ج ۵، ص ۳۱۲

عقلی، اسلامی اور انسانی فریضہ قرار دیا اور گھات لگائے دشمنوں کے مکروفریب سے غافل نہ رہنے پر زور دیا[1]۔ ۸ آبان ۱۳۷۰ھ ش کو کیڈٹ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے اس یونیورسٹی کو ایک امیدافزا کھیت قرار دیا کہ جس میں مناسب ماحول میں اچھی فصل اور پودوں کو بڑھنا چاہیے اور پک کر تیار ہونا چاہیے[2]۔ ۶ آبان ۱۳۷۶ھ ش کو اس یونیورسٹی کے کمانڈروں اور کیڈٹوں سے ملاقات میں اس قسم کے مراکز کے ساتھ اپنے تعلق اور رابطے کی وجہ تین بنیادی نکتوں، علمی پہلوؤں، دفاع کے راستے میں شجاعت و بہادری اور روحانیت، تقدس اور نورانیت کے ملاپ کو قرار دیا[3]۔ ۱۳ اردی بہشت ۱۳۸۰ھ ش کو مسلح افواج کے صوبہ گیلان کے کمانڈروں اور اہلکاروں سے ملاقات میں مختلف طریقوں اور روشوں کو علمی رنگ دینے اور تجربوں کا معیار بڑھانے سمیت مختلف طریقوں سے کام کے معیار اور افادیت بہتر بنانے کو مسلح افواج کی ایک اہم ذمہ داری قرار دیا اور بحریہ کے چوتھے زون کے تربیتی مراکز اور سپاہ کے تعلیمی وتربیتی مراکز کو ہدایت کی کہ وہ موجودہ صورت حال پر ہرگز قناعت نہ کریں اور جذبات و محرکات، روحانیت و معنویت، ایمان اور علمی توانائیوں کو مضبوط بنانے کے لیے مسلسل کوششیں کریں[4]۔

و: **فوج کے ہیڈ کوارٹر کا قیام:** اسلامی جمہوریہ ایران کی فوج کا ہیڈ کوارٹر تینوں مسلح افواج کی کمان کرتا ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے ماہ شہریور ۱۳۷۷ھ ش میں اسے قائم کیا اور اس سے قبل اعلیٰ کمان کی ذمہ داری اور تینوں مسلح افواج کے کمانڈروں کے عہدوں میں ردوبدل کرکے تینوں مسلح افواج کی ہم آہنگی اور کمان کا فریضہ بھی انجام دیا۔ آیت اللہ خامنہ ای کی جانب سے فوجی ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کے اقدام کی وجہ فوج کی خودمختار اور متمرکز کمان قائم کرنا اور فوج کے مقام اور کردار کو بہتر بنانا تھا۔ اس سے قبل فوج کے ہیڈ کوارٹر کے بعد اسلامی جمہوریہ ایران کا چیئرمین جوائنٹ چیفس آف آرمی اسٹاف فوج کا اعلیٰ ترین عہدہ تھا۔ فوج کے پہلے کمانڈر جنرل علی شہبازی تھے جن کے بعد خرداد ۱۳۷۹ھ ش کو جنرل محمد سلیمی اس عہدے پر فائز ہوئے اور ماہ شہریور ۱۳۸۴ھ ش کو جنرل عطاء اللہ صالحہ فوج کے کمانڈر بنے۔

---

۱. ارتش کلمہ طیبہ، ۳۱-۳۲
۲. حدیث، ج ۸، ص ۱۸۹
۳. ارتش کلمہ طیبہ، ص ۲۹۳-۲۹۴
۴. ایضاً، ص ۳۷۴

قانونی اور عدالتی امور

۱۳۶۸ھ ش میں پاس ہونے والے آئین کے آرٹیکل ۱۱۰ کے مطابق عدلیہ کے سربراہ کو مقرر یا معزول کرنے کا اختیار رہبر انقلاب اسلامی کو حاصل ہے اور ملزموں کی سزا کو معاف یا اس میں کمی کرنا بھی رہبر انقلاب اسلامی کے دائرۂ اختیار میں آتا ہے۔ رہبر انقلاب اسلامی نے اپنی قیادت و رہبری کے دور کے آغاز میں ملک کے عدالتی نظام کو بہتر بنانے کے لیے بنیادی اصول اور محور مقرر کیے اور ضروری ہدایات دے کر ان کو بیان کیا۔ الٰہی حدود پر عمل درآمد، عدل و انصاف کا قیام، ظلم و ناانصافی کا مقابلہ، عدلیہ اور ججوں کی اصلاح اور خود مختاری، قانون پسندی، حق محوری، مسائل کا جائزہ لینے میں ترجیحات کا تعین، مالی اور دفتری بدعنوانیوں اور اسی طرح رشوت خوری اور کام میں جان بوجھ کر تاخیر کرنے کا مقابلہ، عدالتی کاموں میں سیاسی رجحانات کو روکنا، عوام کے اندر امن وسکون کا احساس پیدا کرنا اور عمل، اطلاع رسانی اور پروپیگنڈے اور تشہیراتی کام میں سنجیدگی کو عدلیہ کے بنیادی اصول اور محور قرار دیا اور مختلف مناسبتوں اور مواقع پر عدالتی حکام کے لیے ان کے پہلوؤں کو بیان کیا اور ان کی تشریح کی[۱]۔ آیت اللہ خامنہ ای کا یہ خیال ہے کہ عدلیہ معاشرے کی صحت اور سلامتی کا معیار ہے اور اگر یہ صحیح وسالم ہو تو وقت کے ساتھ ساتھ ملک کے تمام ادارے اور اسلامی معاشرہ ٹھیک ہو جائے گا[۲]۔

اسلامی حکومت کے بنیادی ترین فرائض میں عدل و انصاف کا قیام شامل ہے۔ اسلامی شریعت کے مطابق نظم و نسق اور عدل و انصاف پر عمل درآمد کرنے والوں کا وجود معاشرے کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا خود نظم و نسق اور عدل و انصاف ہے۔ اس بنا پر اسلامی جمہوریہ ایران میں ولی فقیہ نے جو زمانۂ غیبت میں معصوم کا جانشین ہے، عدلیہ کے سربراہ کو اختیارات سونپے ہیں اور اس کو ججوں کے انتخاب کا اختیار دیا ہے۔ ان کی جانب سے کی گئی تقریروں، ابلاغی پیغامات کی تدابیر، اقدامات اور ہدایت و رہنمائی، بیانات اور پیغامات کو مختصر طور پر پیش کیا جارہا ہے:

۱۔ ظالم کے خلاف کاروائی:

---

۱. بیانات، ۱۳۶۸/۴/۷؛ وہی حوالہ، ۱۳۶۹/۴/۴؛ وہی حوالہ، ۱۳۷۰/۴/۵؛ وہی حوالہ، ۱۳۷۰/۴/۷؛ وہی حوالہ، ۱۳۷۴/۴/۷؛ وہی حوالہ، ۱۳۷۶/۴/۷؛ وہی حوالہ، ۱۳۸۱/۴/۵؛ وہی حوالہ، ۱۳۸۲/۴/۷؛ وہی حوالہ، ۱۳۸۳/۴/۷

۲. بیانات، ۱۳۶۸/۴/۷

یہ موضوع عدلیہ کے ابتدائی اور ذاتی فرائض و ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای جرم، خلاف ورزی اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے خلاف کاروائی کو انصاف کرنے میں عدلیہ کے قبول شدہ کام کی مرہون منت سمجھتے ہیں۔ انہوں نے عدلیہ کے صحیح اور درست کام نہ کرنے کو اس کے اور دیگر اداروں اور معاشرے کے بدعنوانی میں مبتلا ہونے کا سبب قرار دیا۔ ان کے خیال میں اسلامی نظام اور ملت ایران کو عدلیہ کے ادارے سے توقع ہے کہ مظلوم کو یہ امید ہو کہ اسے عدلیہ کی طرف رجوع کرکے انصاف ضرور ملے گا اور ظالم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہو کہ عدلیہ کا فولادی ہاتھ کسی بھی لمحے اس کے گریبان تک پہنچ جائے گا۔[۱] ۷ تیر ۱۳۷۴ کو رہبر انقلاب اسلامی نے عدلیہ کے سربراہ، حکام اور ججوں سے ملاقات میں اس ادارے کی اصلاح اور ظلم کا مقابلہ کرنے کو اس کی شان قرار دیا۔

ماہ تیر ۱۳۷۸ کو عدلیہ کے حکام کے ساتھ ملاقات میں انہوں نے عدلیہ کو ظلم کا بھرپور اور ہمہ گیر مقابلہ کرنے کے لیے اہل اور قابل قرار دیا اور حکام کو اسے اسلامی کرنے کی ہدایت کی۔ ۷ تیر ۱۳۷۹ کو عدلیہ کے حکام اور سات تیر کے شہداء کے اہل خانہ سے ملاقات میں ملک کا انتظام مطلوب طریقے سے چلانے کے لیے نگرانی، جرم کی پہلے سے روک تھام اور امن اور انصاف کے قیام کو عدلیہ کی اہم ترین ذمہ داریاں قرار دیا اور انقلاب کے پیکر پر لگائی جانے والی دشمن کی سنگین ضربوں کو عوام کے صبر و استقامت، طاقت و مضبوطی اور ایمان میں اضافے کا سبب قرار دیا۔ ۷ تیر ۱۳۸۴ کو عدلیہ کے حکام کے ساتھ ملاقات میں تلخ اور ناگوار واقعات اور دشمن کی سیاسی، فوجی، اقتصادی اور ثقافتی سازشوں کا نظام کی جانب سے بھرپور مقابلہ کرنے اور ان سے بھرپور انداز سے باہر نکل جانے کو اسلامی انقلاب کے شجرہ طیبہ کی جڑوں کے صحیح و سالم اور گہرا ہونے کی علامت قرار دیا۔

۲۔ باصلاحیت افراد کو قضاوت کا کام سونپنا:

رہبر انقلاب اسلامی قضاوت کی ذمہ داریوں کو اہل افراد کے سپرد کرنے پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر کسی کو ہر کام نہیں سونپا جا سکتا۔ جن افراد کو اجتماعی اور سماجی ذمہ داریاں اور فرائض سونپے جاتے ہیں

۱۔ بیانات، ۱۳۷۳/۴/۶

ان میں ان کاموں کی صلاحیت اور قابلیت ہونی چاہیے[۱]۔ ۵ تیر ۱۳۷۰ کو عدلیہ کے سربراہ اور حکام سے ملاقات میں جج برادری (ججوں) کو علم، اخلاق اور تقویٰ کی خصوصیات سے آراستہ ایک اہم اور بااثر مجموعہ قرار دیا اور عدل وانصاف کی فراہمی میں اسلامی اصول ومعیارات کا خیال رکھتے ہوئے کمال کی جانب حرکت کی ہدایت کی[۲]۔ ۷ تیر ۱۳۷۶ کو عدلیہ کے حکام سے ملاقات میں عدلیہ کو انصاف کی فراہمی اور قانون پر عمل درآمد کا ضامن قرار دیا اور ایک نئے اور ناجائز دولت کے حامل طبقے کو تشکیل پانے سے روکنے میں اس کے کردار کو اہم قرار دیا اور عدلیہ کے ادارے کے معمار شہید بہشتی کو ایک کم نظیر اور علم، تقویٰ، تدبیر اور اعلیٰ انسانی اقدار واخلاق کی حامل شخصیت قرار دیا[۳]۔ ۷ تیر ۱۳۷۷ کو عدلیہ کے حکام اور کارکنوں سے میں اس ادارے کو نظام کا کارآمد ادارہ اور سلامتی، عدل وانصاف اور قانون پر عمل درآمد کا ضامن قرار دیا اور اس کو کمزور کرنے کو جائز قرار نہیں دیا[۴]۔

۵ تیرماہ ۱۳۸۱ کو ججوں کے ایک گروپ سے ملاقات میں آگاہی، ہوشمندی، منطق، استدلال اور شجاعت کو جرم کے مقابلے میں ایک جج کی خصوصیات قرار دیا اور فرمایا کہ قاضی کا حکم اتنا متدل اور مضبوط ہونا چاہیے کہ اس کا ہر سطح پر دفاع کیا جاسکے۔ ۷ تیر ۱۳۸۳ کو عدلیہ کے حکام سے ملاقات میں ایک بار پھر عدل کے قیام اور انصاف کی فراہمی پر زور دیا اور ہدایت کی کہ عدلیہ دولت وثروت، بیوروکریسی کی طاقت، پروپیگنڈے اور تہمت والزام سے متاثر ہوئے بغیر عدل وانصاف کے مکمل قیام کے لیے کوشش کرے۔

۷ تیرماہ ۱۳۸۶ کو عدلیہ کے سربراہ، حکام اور کارکنوں سے ملاقات میں ہمہ گیر امن وامان کے قیام، قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف بھرپور اور عبرت انگیز کاروائی، انصاف پر عمل درآمد، انصاف کی فراہمی، قانون کی حکمرانی اور منہ زور افراد اور موقع پرستوں کے مقابل استقامت وپائیداری کو اس ادارے کے اہم ترین فرائض اور ذمہ داریوں میں سے قرار دیا اور اقتصادی بدعنوانی میں ملوث افراد کے خلاف سنجیدہ کاروائی کو اقتصادی سلامتی کا لازمہ قرار دیا اور معاشرے میں اقتصادی بدامنی پیدا ہونے کے بہانے بدعنوان

۱. خاطرات وحکایتھا، ج ۱، ص ۵۶-۵۷
۲. حدیث، ج ۷، ص ۱۷۴-۱۷۵
۳. بیانات، ۷/۴/۱۳۷۶
۴. پایگاہ، ب ش

عناصر کے خلاف کاروائی نہ کرنے کی سوچ کی مخالفت کرتے ہوئے اقتصادی بدعنوانی میں ملوث افراد کے خلاف کاروائی کو اقتصادی میدان میں صاف و شفاف طور پر کام کرنے والے افراد کی سلامتی اور سیکورٹی کے ساتھ اقتصادی سرگرمیوں کا پیش خیمہ قرار دیا۔

۷ تیر ماہ ۱۳۸۹ کو عدلیہ کے سربراہ اور حکام سے ملاقات میں اس ادارے کو اسلامی نظام کا ایک انتہائی حساس حصہ قرار دیا اور عدل و انصاف کے راستے سے نہ ہٹنے، سیاسی پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہونے اور قضاوت اور فیصلے سنانے میں حب و بغض کا شکار نہ ہونے کو اس ادارے کے اہم فرائض میں سے قرار دیا۔

۳۔اسلامی معیارات کے ساتھ عدل وانصاف پر عمل:

کسی بھی حکومت کی بقا اور اس کے دوام کا بنیادی ترین لازمہ عدل و انصاف پر عمل ہے۔ یہ موضوع اسلامی جمہوریہ ایران میں کہ جس کے قیام کی بنیاد دینی تعلیمات ہیں، بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس سلسلے میں آیت اللہ خامنہ ای نے عدلیہ کے حکام کو ہدایت کی ہے کہ وہ ارکان کی سلامتی و تحفظ، فیصلوں کی مضبوطی اور عدل وانصاف پر عمل درآمد میں تیزی اور سہولت کو یقینی بنائیں کہ ان کی نظر میں یہ امور بہت ہی اہم اور عدل وانصاف کے قیام میں فیصلہ کن کردار کے حامل سمجھے جاتے ہیں[۱]۔

۷ تیر ماہ ۱۳۶۸ کو عدلیہ کے حکام اور سات تیر کے شہداء کے اہل خانہ کی بیعت کی تقریب میں آیت اللہ خامنہ ای نے عدلیہ کو معاشرے کا معیار اور عوام کا ملجا و ماویٰ قرار دیا اور معاشرے اور ملک کے دیگر اداروں کی اصلاح کو اس کی مطلوب کارکردگی سے مشروط قرار دیا[۲]۔ ۴ تیر ۱۳۶۹ کو عدلیہ کے سربراہ اور حکام سے ملاقات میں اپنی تقریر کے دوران حاضرین سے کہا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی عدلیہ کو اپنے لیے نمونہ عمل قرار دیں۔ انہوں نے تیز رفتار انصاف اور مقدموں کا جائزہ لینے میں یقین اور مضبوطی کو عدلیہ کے دو اہم عناصر قرار دیا[۳]۔

---

۱. پایگاہ، ب ش
۲. حدیث، ج ۱، ص ۱۵۰-۱۵۲-۱۵۳
۳. ایضاً، ج ۴، ص ۳۱۲-۳۱۳، ۳۱۶

۷ تیرماہ ۱۳۸۲ کو عدلیہ کے حکام اور ججوں سے ملاقات میں ان کو ہدایت کی کہ وہ خوداعتمادی کے ساتھ اور اصول و قواعد اور معیارات کا خیال رکھتے ہوئے پوری طاقت اور یقین کے ساتھ اپنا کام انجام دیں۔ ا فروردین ۱۳۸۲ کو عدلیہ کے سربراہ اور حکام سے ملاقات میں اس ادارے کی قدرت و طاقت اور ہوشمندی میں اضافے پر تاکید کرتے ہوئے ایک طاقتور اور عیب و نقص سے پاک عدلیہ کے وجود کو معاشرے کی سلامتی کا ضامن قرار دیا اور کمزور اور غیر صحت مند عدلیہ کو معاشرے کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیا۔

۵ تیرماہ ۱۳۸۷ کو عدلیہ کے حکام سے ملاقات میں مطلوب منزل کی جانب حرکت، انصاف کی فراہمی کے عرصے کو کم کرنے کی کوشش، فیصلوں کی مضبوطی اور ان میں عیب و نقص کو کم سے کم سطح پر پہنچانے کو عدلیہ کی اہم ترجیحات میں سے قرار دیا اور قید ختم کرنے کی پالیسی کو اچھے کاموں میں سے قرار دیا، اس کے ساتھ ہی ساتھ جیل کی موجودگی کو ایک ایسی حقیقت قرار دیا کہ جو صحیح مینجمنٹ اور مدیریت سے نیکی کی تربیت گاہ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

۴۔ تقرریاں:

عدلیہ میں تقرریاں دو حصوں میں انجام پاتی ہیں:

الف: عدلیہ کے سربراہوں کا تقرر:

آیت اللہ خامنہ ای نے ۲۴ مردادماہ ۱۳۶۸ کو آیت اللہ یزدی کو ایک حکم کے ذریعے عدلیہ کا سربراہ مقرر کیا۔ انہوں نے اپنے اس حکم میں ان کو ہدایت کی کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے عدلیہ کو مکمل اسلامی سانچے میں ڈھالیں اور عدل وانصاف کا حامل بنائیں اور اس کے امور کو چلانے کے لیے عدلیہ کے اندر اور باہر سے مؤمن، عالم اور فرض شناس افراد سے استفادہ کریں[1]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے ۲۳ ماہ مرداد ۱۳۷۳ کو ایک بار پھر آیت اللہ یزدی کو مزید پانچ سال کے لیے عدلیہ کا سربراہ مقرر کر دیا۔ ان کی تقرری کے حکم میں ممتاز، کارآمد اور انقلابی عناصر سے کام لینے اور موقع

۱۔ انتصابھا، ۱۳۶۸/۵/۲۴

پرست، لاابالی اور بے بصیرت افراد کو نکالنے، نگرانی کی روش استعمال کرنے اور عدلیہ کی علمی و عملی کیفیت کو بہتر بنانے پر زور دیا گیا ہے[1]۔

رہبر انقلاب اسلامی نے ۲۳ ماہ مرداد ۱۳۷۸ کو آیت اللہ سید محمود شاہرودی کو عدلیہ کا سربراہ مقرر کیا۔ اس سلسلے میں جاری کیے گئے حکم میں آیا ہے کہ اس ادارے کی سلامتی، طاقت اور مضبوطی اسلامی نظام میں ملک کے تمام اداروں کی سلامتی کا موجب اور تمام لوگوں کی زندگی میں امن و انصاف کے فروغ کا باعث بنتی ہے[2]۔

۲۳ مرداد ماہ ۱۳۸۳ کو ایک بار پھر آیت اللہ شاہرودی کو مزید پانچ کے لیے عدلیہ کا سربراہ مقرر کیا۔ گزشتہ حکم کی طرح اس حکم میں بھی عدلیہ کی تنظیم نو، اس کے بارے میں منصوبے کو تیار اور اس پر عمل کرنے اور مفید اور مومن عناصر کی تربیت کرنے پر زور دیا گیا ہے[3]۔

۲۴ مرداد ماہ ۱۳۸۸ کو انہوں نے آیت اللہ صادق آملی لاریجانی کو عدلیہ کا سربراہ مقرر کیا۔ ان کے حکم میں امید ظاہر کی گئی کہ بہت سے بنیادی ڈھانچے تشکیل پانے کے پیش نظر عدلیہ کی ترقی کا دور شروع ہوگا[4]۔

ب: عدلیہ کے دیگر حکام کا تقرر:

۱۳ دی ۱۳۶۸ کو رہبر انقلاب اسلامی نے علماء کی خصوصی عدالت کے اٹارنی کے عہدے سے علی فلاحیان کے استعفے کے بعد ایک حکم کے ذریعے حجت الاسلام والمسلمین محمد محمدی ری شہری کو اس عہدے پر مقرر کیا۔ ان کی تقرری کے حکم میں عوام کی ہدایت و رہنمائی اور ملکی امور کے استحکام میں دینی علماء کے کردار کے پیش نظر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ایسی کجروی اور خلاف ورزیوں کے سلسلے میں جو بعض علماء نما عناصر سے سرزد ہوں، حساسیت کا مظاہرہ کیا جانا چاہیے اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف ٹھوس اور اسلامی احکام کے مطابق کاروائی کی جانی چاہیے[5]۔

---

۱. ایضاً، ۱۳۷۳/۵/۲۳
۲. ایضاً، ۱۳۷۳/۵/۲۳
۳. انتصابھا، ۱۳۸۳/۵/۲۳
۴. ایضاً، ۱۳۸۸/۵/۲۴
۵. حدیث، ج ۳، ص ۱۱۳

۹ بہمن ماہ ۱۳۶۹ کو حجت الاسلام جعفر منتظری اور حجت الاسلام کاظم صدیقی اور حجت الاسلام حسین دادگر کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ ملکی عدلیہ کا جائزہ لیں اور اس کا معائنہ کریں اور اس سلسلے میں اپنی رپورٹ رہبر انقلاب اسلامی کو پیش کریں[1]۔

۲۵ آذر ماہ ۱۳۷۷ کو حجت الاسلام والمسلمین محسنی اژہ ای کو علماء کی خصوصی عدالت کا سربراہ مقرر کیا۔ ان کی تقرری کے حکم میں اس امید کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ عدالت علماء اور حوزہ ہائے علمیہ کی بنیاد اور تقدس کا دفاع کرے گی اور باخبر اور ہمدرد علماء کے اعلیٰ مقام اور شان کو بدخواہوں سے بچائے گی[2]۔

علماء کی خصوصی عدالت کی سربراہی سے حجت الاسلام محسنی اژہ ای کے استعفے کے بعد حجت الاسلام محمد سلیمی کو اس عہدے پر مقرر کیا۔ ان کی تقرری کے حکم میں قانون پر عمل درآمد میں مکمل غور اور اسلامی معیارات کا خیال رکھنے اور عدالتی احکام جاری کرنے میں افراط و تفریط سے گریز کرنے پر زور دیا گیا[3]۔

ایسا لگتا ہے کہ آیت اللہ خامنہ ای ہمیشہ عدلیہ کو فکری اور عملی لحاظ سے ترقی دینے پر زور دیتے ہیں اور اس کام کے لیے قلیل مدت میں ایک جامع پروگرام کی تدوین اور تیاری کو ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ فقہی لحاظ سے بھی عدالتی احکام کے مضبوط ہونے پر بہت زور دیتے ہیں اس لیے کہ اگر عدالتی احکام کا فقہا جائزہ لیں تو حکم جاری کرنے والے قاضی اور جج کو کوئی تشویش اور پریشانی نہ ہو۔ عدلیہ کی قدرت وطاقت اور اس کی کارکردگی پر معاشرے کے عام اعتماد میں اضافہ بھی رہبر انقلاب اسلامی کی توقعات میں شامل ہے۔

مآخذ

- آثار قدیمہ مرکز اسناد انقلاب اسلامی؛
- آثار قدیمہ مرکز پژوهش و اسناد ریاست جمهوری
- پرونده های دورۀ ریاست جمهوری آیت الله خامنه‌ای؛
- آثار قدیمہ مؤسسۀ پژوهشی فرهنگی انقلاب اسلامی؛

---

۱. ایضاً، ج ۶، ص ۱۹۵)
۲. انصابھا، ۱۳۷۷/۹/۲۵
۳. نرم افزار...، ب ش

❖ آشنایی با مجلس شورای اسلامی، به کوشش روابط عمومی مجلس شورای اسلامی، تهران، ۱۳٦۰ ش؛
❖ آقا بزرگ، طبقات اعلام الشیعه، قرن ١٤ ، تهران، ۱۳۸۸ ش؛
❖ ابلاغهای صادرشده از سوی آیت الله خامنه‌ای رهبر معظم انقلاب اسلامی؛
❖ ارتش در نگاه رهبر ،رهنمودهای فرمانده معظم کل قوا حضرت آیت الله خامنه‌ای دربارهٔ ارتش، معاونت تبلیغات و روابط عمومی سازمان عقیدتی سیاسی ارتش جمهوری اسلامی ایران، تهران، ۱۳۷۰ ش؛
❖ ارتش کلمهٔ طیبه، مجموعهٔ رهنمودهای مقام معظم رهبری و فرماندهی کل قوا در دیدار با کارکنان ارتش، سازمان عقیدتی سیاسی ارتش جمهوری اسلامی ایران، تهران، ۱۳۸٤ ش؛
❖ از تهاجم فرهنگی تا جنگ نرم، به کوشش حسن بشیر و دیگران، معاونت فرهنگی اجتماعی سازمان بسیج مستضعفین، تهران، ۱۳۸۸ ش؛
❖ از جنوب لبنان تا جنوب ایران، خاطرات سردار سید رحیم صفوی، به کوشش مجید نجف پور، تهران، ۱۳۸۳ ش؛
❖ استاد شهید به روایت اسناد ساواک، به کوشش علی کردی، مرکز اسناد انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۸۳ ش؛
❖ اسناد انقلاب اسلامی، مرکز اسناد انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۸٦ ش؛
❖ اسناد نهضت آزادی ایران، نهضت آزادی ایران، تهران، ۱۳٦۲ ش؛
❖ اصول و رهیافت های هنر اسلامی در کلام رهبری، به کوشش مجتبی احمدی و دیگران، دانشگاه امام صادق، تهران، ۱۳۸۸ ش؛
❖ اطلاعات روزنامه؛ امام خمینی در آیینهٔ اسناد به روایت ساواک، مؤسسهٔ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تهران، ۱۳۸٦ ش؛
❖ امید انقلاب (هفته نامه)، تهران، ش م ١٤٧ ؛
❖ انقلاب اسلامی به روایت اسناد ساواک، مرکز بررسی اسناد تاریخی، ۱۳۸۵ ش؛

- ❖ او به تنهایی یک امت بود، واحد وزارت اطلاعات، تهران، ۱۳۷٦
- ❖ فرهنگی بنیاد شهید انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳٦۱ ش؛
- ❖ بازرگان، مهدی، یادداشتهای روزانه، تهران، ۱۳۷٦ ش؛
- ❖ باقری، علی، خاطرات ۱۵ خرداد قم، تهران، ۱۳۸۸ ش؛
- ❖ بنی لوحی،علی و دیگران،نبردهای شرق کارون به روایت فرماندهان، تهران،۱۳۸۱ ش؛
- ❖ بهبودی، هدایت الله، شرح اسم، زندگی نامۀ آیت الله خامنه ای، تهران، ۱۳۹۱ ش؛
- ❖ بیانات، (بیانات سید علی حسینی خامنه‌ای) ، ۱۳۸۱
- ❖ آیت الله خامنه‌ای رهبر معظم انقلاب اسلامی (بیست سال تلاش در مسیر تحقق اهداف انقلاب فرهنگی)، به کوشش ادارۀ کل روابط عمومی و اطلاع رسانی دبیرخانۀ شورای عالی انقلاب فرهنگی، تهران، ۱۳۸٤ ش؛
- ❖ پا به پای آفتاب، گفته ها و ناگفته ها از زندگی امام خمینی، به کوشش امیررضا ستوده، تهران، ۱۳۸۰ ش؛
- ❖ پایگاه اینترنتی دفتر حفظ و نشر آثار آیت الله العظمی خامنه‌ای، پرسش و پاسخ، پیامها فرمانها، حکمهای انتصاب، مصاحبه ها و نامه ها از سوی آیت الله خامنه‌ای رهبر معظم انقلاب اسلامی؛
- ❖ تاریخ علمای خراسان، به کوشش میرزاعبدالرحمان، مشهد، ۱۳٤۱ ش؛
- ❖ تداوم آفتاب، ویژه نامۀ آغاز بیستمین سال رهبری حضرت آیت الله خامنه‌ای، روزنامۀ جام جم، مرداد ۱۳۸۷ ؛
- ❖ تقویم تاریخ خامنه‌ای ٦۷ خراسان، به کوشش غلامرضا جلالی، مرکز اسناد انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۷۷ ش؛
- ❖ جرعه نوش کوثر، زندگینامۀ رهبر معظم انقلاب اسلامی، به کوشش مؤسسۀ فرهنگی قدر ولایت، تهران، ۱۳۸٤ ش؛
- ❖ جلالی، غلامرضا، مشهد در بامداد نهضت اسلامی، تهران، ۱۳۷۸ ش؛

❖ ارشاد به روایت اسناد، مرکز اسناد انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۸۸ ش ۱۳٦۸ ش، شم/ ۳ / کیهان، ۲۱ ، انتخاب رهبر در اجلاس فوق العادهٔ مجلس خبرگان ۱۳٦۳۳ ؛

❖ حاج سیدجوادی، فرید، روایت انتخابات، تهران، ۱۳۸٤ ش؛

❖ حدیث ولایت، مجموعهٔ رهنمودهای مقام معظم رهبری، به کوشش دفتر مقام معظم رهبری، سازمان مدارک فرهنگی انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۷۵ ش؛

❖ حسینی خامنه‌ای، سید علی، طرح کلی اندیشهٔ اسلامی، مشهد، بی جا، ۱۳۵٤ ش؛

❖ خاطرات آیت الله مهدوی کنی، به کوشش غلامرضا خواجه سروی، مرکز اسناد انقلاب اسلامی، مصاحبه با هاشم طالب ، جام جم،(خاطرات سه رئیس جمهور) ؛ تهران، ۱۳۸۵ ش

❖ خاطرات سید مرتضی نبوی، به کوشش جواد کامور بخشایش، تهران، ۱۳۸۵ ش؛

❖ خاطرات ماندگار (مجموعه خاطرات پخ ششده از رادیو معارف)، به کوشش احمد اسفندیار، تهران، ۱۳۸٤ ش؛

❖ خاطرات و حکایتها، به کوشش مؤسسهٔ فرهنگی قدر ولایت، تهران، ۱۳۸۳ ش؛

❖ خامنه‌ای، سید علی، طرح کلی اندیشهٔ اسلامی، مشهد، ۱۳۵۱ ش؛

❖ درودیان، محمد، سیری ، مدارک فرهنگی انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳٦٤ ؛

❖ در جنگ ایران و عراق، مرکز مطالعات و تحقیقات جنگ، تهران، ۱۳۸۰ ش،

❖ دهقانی فیروزآبادی، جلال، سیاست خارجی جمهوری اسلامی ایران، تهران، ۱۳۸۹ ش؛

❖ دولتهای ایران از میرزا نصرالله خان مشیرالدوله تا میرحسین موسوی، به کوشش علیرضا اسماعیلی و دیگران، سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، تهران، ۱۳۷۹ ش؛

❖ راهبردهای سیاست خارجی، برگرفته از بیانات مقام معظم رهبری، دفتر حفظ و نشر آثار حضرت آیت الله العظمی خامنه‌ای، تهران، ۱۳۹۰ ش؛

❖ راهبرد حماسه و دریا (گزیده ای از فرمایشات و تدابیر مقام معظم رهبری و فرمانده کل قوا در مورد اهمیت دریا و نیروی دریایی ارتش)، جمهوری اسلامی ایران (رسالت) روزنامه رضوی، مسعود همشهری، تهران، ۱۳۷٦ ش؛

❖ روز شمار، تاریخ سیاسی ایران از انقلاب تا جنگ، مرکز بررسی اسناد تاریخی وزارت اطلاعات، تهران، ۱۳۸۰

❖ زندگی نامهٔ مقام معظم رهبری، به کوشش مؤسسهٔ فرهنگی قدر ولایت، تهران، ۱۳۷۷ ش؛

❖ زنگنه قاسم آبادی، ابراهیم، مشاهیر مدفون در حرم رضوی، عالمان دینی، مشهد، بنیاد پژوهشهای آستان قدس رضوی، مشهد، ۱۳۸۲ ش؛

❖ سائلی کرده ده، مجید، شورای انقلاب اسلامی ایران، مرکز اسناد انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۸٤ ش؛

❖ سیمای اسلام ناب محمدی، پیام حضرت آیت الله خامنه‌ای رهبر انقلاب اسلامی به مناسبت سالگرد رحلت جانکاه رهبر کبیر انقلاب و بنیانگذار جمهوری اسلامی حضرت امام خمینی، سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، تهران، ۱۳٦۹ ش؛

❖ شادلو، عباس، تکثرگرایی در جریان اسلامی، تهران، ۱۳۸۱ ش؛

❖ شریف رازی، محمد، گنجینهٔ دانشمندان، تهران، ۱۳٥٤ ش؛

❖ شمس آبادی، حسن، نقش علمای مشهد در انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۸۹ ش؛

❖ صحیفهٔ امام، مجموعهٔ آثار امام خمینی، مؤسسه تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تهران، ۱۳۷۸ ش؛

❖ صورت مشروح مذاکرات شورای بازنگری قانون اساسی جمهوری اسلامی ایران، به کوشش اداره کل قوانین و ادارهٔ تندنویسی مجلس شورای اسلامی، تهران، ۱۳۸۰ ش؛

❖ صوفی نیارکی، تقی، بیداری اسلامی هویت تمدنی و چالشهای پیش رو در اندیشه های حضرت امام خمینی و رهبر معظم انقلاب حضرت آیت الله خامنه‌ای، مؤسسهٔ پژوهشی فرهنگی انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۹۰ ش؛
❖ علی بابایی، داود، از بازرگان تا خاتمی بیست و پنج سال در ایران چه گذشت ، تهران، ۱۳۸۵ ش؛
❖ فارسی، جلال الدین، زوایای جام جم، ۲۷ ، فراز و نشیب حزب جمهوری اسلامی ؛ تاریک، تهران، ۱۳۷۳ ش ٦٨ خامنه‌ای آذر ۱۳۸٦ ، شم ۵۳۸ ؛
❖ فرهنگ :مسائل و راهبردها از دیدگاه مقام معظم رهبری، ادارهٔ کل پژوهشهای صدا و سیما، تهران، ۱۳۸۲ ش؛
❖ فرهنگ نامه نهادهای انقلاب اسلامی، مرکز اسناد انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۸۷ ش؛
❖ فرهنگ و تهاجم فرهنگی، به کوشش سازمان مدارک فرهنگی انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۷۵ ش؛
❖ قانون اساسی جمهوری اسلامی ایران، ادارهٔ کل قوانین و مقررات کشور، تهران، ۱۳٦۹ ش؛
❖ قاسمپور، داود، دههٔ سرنوشت ساز، مرکز اسناد انقلاب اسلامی تهران؛ قانون اساسی جمهوری اسلامی ایران، ادارهٔ کل قوانین و مقررات کشور، تهران، ۱۳٦۹ ش؛
❖ قصهٔ آفتاب، به کوشش مؤسسهٔ فرهنگی قدر ولایت، تهران، ۱۳۸۱ ش؛
❖ کارنامهٔ ٤ سالهٔ حزب جمهوری اسلامی از تأسیس تا تشکیل اولین کنگره، حزب جمهوری اسلامی، تهران، ۱۳٦۲ ش؛
❖ کسروی، احمد، قیام شیخ محمد خیابانی، تهران، ۱۳۷٦ ش؛
❖ کیهان (روزنامه)؛ گفت وگو با هاشمی رفسنجانی، پیشینه و کارنامهٔ مجمع تشخیص مصلحت نظام، به کوشش عباس بشیری، تهران، ۱۳۸۱ ش؛
❖ گفت وگوی چهارجانبه، تهران، ۱۳۸۲ ش؛
❖ گلشن ابرار، به کوشش جمعی از پژوهشگران حوزهٔ علمیهٔ قم، نشر معروف، ۱۳۷۹ ش؛

❖ مرادی، عبدالله، گفتمانی از هویت و مؤلفه های بیداری اسلامی بر مبنای بیانات مقام معظم رهبری، مقالات برگزیدهٔ همایش نظریهٔ بیداری اسلامی در اندیشهٔ سیاسی امام خمینی و حضرت آیت الله العظمی خامنه‌ای، به کوشش دبیرخانهٔ همایش نظریهٔ بیداری اسلامی، تهران، نهضت نرم افزاری، ۱۳۹۱ ش؛

❖ مرجعیت آیت الله خامنه‌ای از دیدگاه فقهاء و بزرگان، به کوشش جمعی از روحانیون و فضلای حوزهٔ علمیهٔ قم، دفتر تبلیغات اسلامی حوزهٔ علمیهٔ قم، ١٤١٥ ق؛

❖ مشروح مذاکرات جلسهٔ علنی مجلس شورای اسلامی، دورهٔ اول؛ مصاحبه ها، مجموعه مصاحبه های حجت الاسلام و المسلمین سیدعلی خامنه‌ای رئیس جمهور اسلامی ایران در سال ١٣٦٠، به کوشش مرکز مدارک فرهنگی انقلاب اسلامی، تهران، ١٣٦٦ ش؛

❖ مصاحبه ها، مجموعهٔ مصاحبه های حضرت آیت الله سیدعلی خامنه‌ای در دوران ریاست جمهوری، ١٣٦٨ ش؛

❖ معتمد رضایی، مهدی ، فرهنگی انقلاب اسلامی، تهران، ١٣٦٦ مقالات ، وعدهٔ قرآنی نصرت الهی در بیداری اسلامی از منظر مقام معظم رهبری، برگزیدهٔ همایش نظریهٔ بیداری اسلامی در اندیشهٔ سیاسی حضرت آیت الله العظمی امام خمینی و حضرت آیت الله العظمی خامنه‌ای، به کوشش دبیرخانهٔ همایش نظریهٔ بیداری اسلامی، تهران، نهضت نرم افزاری، ۱۳۹۱ ش؛

❖ ملکی، عباس، تصمیم گیری در سیاست خارجی، رهیافت تجربی و ابوذر گوهری مقدم فصلنامهٔ سیاست خارجی، زمستان ۱۳۸۱ ش، شم ۲۰ ؛

❖ منشور دولت اسلامی، بازخوانی مواضع و انتظارات مقام معظم رهبری از قوهٔ مجریه در ١٦ سال گذشته، به کوشش میثم موسی پور و محمدتقی کرامتی، تهران، ١٣٨٤ ش؛

❖ نرم افزار حدیث ولایت، مجموعه رهنمودهای مقام معظم رهبری حضرت آیت الله العظمی خامنه‌ای مدظله العالی ، مرکز تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی نور؛

❖ نوازنی، بهرام، گاه شمار سیاست خارجی ایران از دی ماه ۱۳۵٦ تا مردادماه ۱۳٦۷ ، مرکز اسناد انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۸۱ ش؛

❖ نیکبخت، رحیم، زندگی و مبارزات آیت الله شهید دکتر محمد مفتح، تهران، ۱۳۸٤ ش؛

❖ ولایتی، علی اکبر، تاریخ سیاسی جنگ تحمیلی عراق علیه جمهوری اسلامی ایران، دفتر نشر فرهنگ اسلامی، تهران، ۱۳۷٦ ش؛

❖ هاشمی رفسنجانی، اکبر، آرامش و چالش؛ کارنامه و خاطرات سال ۱۳٦۲ ، به کوشش مهدی هاشمی، دفتر نشر معارف انقلاب، تهران، ۱۳۸۱ ش؛

❖ هاشمی رفسنجانی، اکبر ، امید و دلواپسی، کارنامه و خاطرات سال ۱۳٦٤ ، به کوشش سارا لاهوتی، دفتر نشر معارف انقلاب، تهران، ۱۳۸۷ ش؛

❖ هاشمی رفسنجانی، اکبر ، انقلاب در بحران، کارنامه و خاطرات سال ۱۳۵۹ ، به کوشش عباس بشیری، دفتر نشر معارف انقلاب، تهران، ۱۳۸٤ ش؛

❖ هاشمی رفسنجانی، اکبر ، انقلاب و پیروزی؛ کارنامه و خاطرات سالهای ۱۳۵۷ و ۱۳۵۸، به کوشش عباس بشیری، دفتر نشر معارف انقلاب، تهران، ۱۳۸۳ ش؛

❖ هاشمی رفسنجانی، اکبر ، بازسازی و سازندگی، کارنامه و خاطرات سال ۱۳٦۸ ، به کوشش علی لاهوتی، دفتر نشر معارف انقلاب، تهران، ۱۳۹۱ ش؛

❖ هاشمی رفسنجانی، اکبر ، دوران مبارزه، به کوشش محسن هاشمی، دفتر نشر معارف انقلاب، تهران، ۱۳۷٦ ش؛

❖ هاشمی رفسنجانی، اکبر ، عبور از بحران، کارنامه و خاطرات سال ۱۳٦۰ ، به کوشش یاسر هاشمی، دفتر نشر معارف انقلاب، تهران، ۱۳۷۸ ش؛

❖ بازرگان، یادداشتهای روزانه، تهران، ۱۳۷٦ ش؛ یاران امام به روایت اسناد ساواک، تهران، مرکز بررسی اسناد تاریخی وزارت اطلاعات، تهران، ۱۳۷٦ ۱۳۸۲ ش؛

- ❖ یوسفی، بتول، پژوهشی پیرامون مبانی نظری بیداری اسلامی در قرن اخیر با تأکید بر اندیشه های حضرت آیت الله العظمی سیدعلی خامنه‌ای رهبر معظم انقلاب اسلامی، نهضت نرم افزاری وابسته به انتشارات انقلاب اسلامی، تهران، ۱۳۹ ش؛